

# عربی ناز

مجموعہء کلام

(فارسی، اردو، پنجابی، پرتگیزی، سرائیکی)

پیر سید نصیر الدین نصیر

درگاہ غوثیہ مریہ، گولڑہ شریف

مریہ نصیریہ پبلشر گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد

تمام پڑھنے والوں سے عاجزانہ درخواست  
ہے کہ میرے بچوں کی صحت اور تندرستی  
کیلئے دعا فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو  
ہر مصیبت اور پریشانی سے نجات عطا  
فرمائے۔ آمین

نیازمند۔ فاروق حسین گولڑوی

# جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	عرش ناز
بار	اول
تعداد	1100
ترجمین و کمپیوٹرائزڈ کمپوزنگ	ڈاکٹر سید امتیاز حسین شاہ نقوی دھوریہ، کھاریاں ضلع گجرات (حال مقیم برمنگھم، انگلینڈ)
معاون	ماسٹر مؤرخ حسین چشتی کرمانہ، و بشیر احمد کھاریاں رب نواز ساکن گوجرانوالہ
ترتیب	ڈاکٹر توصیف تبسم اسلام آباد
ناشر	مہر یہ نصیریہ پبلشر گولڑہ شریف
نگرانی طباعت	ملک شفیق، 3- ملک روڈ، فیصل آباد
ہدیہ	
کن طباعت	۱۴۲۰ھ مطابق جنوری ۲۰۰۰ء
پریس	شنگریلا پرنٹرز فون 041-610226

## ملنے کے پتے:

اندرون ملک: مکتبہ مہر یہ نصیریہ، درگاہ غوثیہ چشتیہ نظامیہ مہر یہ گولڑہ شریف،  
E-11 اسلام آباد، پاکستان۔ فون: 051-292814  
نیز مکتبہ ضیاء القرآن، گنج بخش روڈ، لاہور۔

بیرون ملک: 13- وکٹوریہ ایونیو، سماں ہیتھ برمنگھم B10 0JZ  
انگلینڈ ٹیلیفون نمبر: 0044-121 6849101  
قاری فضل رسول، اوشین فارمیسی سروس (INC.) ڈی/بی/اے  
کیونٹی کیسٹ، 418 ایونیو، پی بروک لائن، نیویارک 11223  
فون: 718-339-8118 فیکس: 718-3396 385 پوائس اے

## (الف) ترتیب

صفحہ نمبر	(غزلیات فارسی)	نمبر شمار
1	بہ فطرتیچہ ادب گاہ جوہر نسبی ست	-1
2	اے دل! مدام بندہ آں شہریارباش	-2
3	پنے کرم بہ زبان نگہ سوال کم	-3
4	ہر آنکہ اوبہ کوچہ اہل وفارسد	-4
5	بر در خوابان نظائے دیگر است	-5
6	بیایا ز نور طلعتش کتسم آکتابہا	-6
7	چہ شد گر ناز دارائی شہنشاہ عجم دارد	-7
8	کرد تاراج و لم فتنہ نگاہے عجی	-8
9	چو جان و دل بہ درت صرفتہ نیاز کم	-9
10	اے سرو نازینے! اے ترک بے نیازے	-10
11	گر بر سر بالینم یک جلوہ بفرمائی	-11
12	دل بردزد دست من مہ روئے فسوں کارے	-12
13	آں گل قبائے ماچو سوار سمند شد	-13
15	بہار آمد و ساز بہار باید و نیست	-14
16	مہ من! بیاد رویت ز دو دیدہ خوں فشانم	-15
17	نشستہ ام بہ سر راہ و در تور اہے نیست	-16
18	سر شو قم اگر در پائے آں سرو رواں بودے	-17
19	عقل را بہ خود ناز نرگس مستانہ کن	-18

## (ب)

صفحہ نمبر	(غزلیاتِ فارسی)	نمبر شمار
20	دیدہ و دل بر تو قرباں بچیاں	19-
21	ہزاراں دل و جاں گرفتار داری	20-
22	دل دیوانہ را اور حلقہ زلفِ دو تا کردی	21-
23	فتنہ پیاست در جہاں قامتِ حشر زائے تو	22-
25	باہمہ ناز و دلبری پاس و فانی کنی	23-
26	ساقی در گردش آور جام را	24-
27	زوئے یارِ خود بگر اصلِ مدعا اینست	25-
28	عجب لذت تماشا ئے تو دارد	26-
29	خبرے گرت بہ مشامِ جاں ز مقامِ عشق و فارسد	27-
30	چہ گویمت دوش آمد از رچہ عشوہ ریزے چہ فتنہ کارے	28-
31	دار فنگی و مستی در عہدِ شبابِ اولی	29-
32	اے کہ نامت بر زبانِ ما غریباں ہر دے	30-
33	دیدہ ماہر زہ گردِ جلوہ گزار نیست	31-
35	غنی شد یم ز جاہ و جلالِ شاہانہ	32-
36	اگر است در دلت آرزو کہ نظرِ خوشِ نظرے رسد	33-
37	چہ سخن رسید ز شور دل بہ لبانِ زمزمہ ساز من	34-
39	تعالی اللہ چہ زیبا بر سرِ محفلِ نشستن	35-
41	سر لوحِ مصحفِ رخ شہما کہ بہارِ صبحِ دمیدہ ای	36-
43	چہ دے کہ مستِ طرفِ نشد ز دو چشمِ بہادہ جام تو	37-

## (ج)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
38-	باچہ ناز اے سرو زیبا باچہ رفتار آمدی	45
39-	عاشقِ حال راعی و شائے دیگر است	46

### (دیگر منظومات)

1-	خمسہ بر غزل حضرت سعدی شیرازی	47
2-	خمسہ بر غزل مولانا ہلالی آستر آبادی	48
3-	خمسہ بر غزل ابوالمعانی میرزا عبدالقادر بیدل	49
4-	خمسہ بر یک غزل فارسی	50
5-	خمسہ بر غزل یکے از اہل نسبت	51
6-	خطابہ بہ مسلم فرنگی منش	52
7-	برائے ذوق دانشوران علم و فن	55
8-	قلم و نعت	57
9-	خواندہ کتاب باب جبریل	58
10-	اشعار بہ تقریب رونمائی کتاب	60

### (اردو)

1-	غزل بہ عنوان یاد ماضی	62
2-	بیماریہ	66
3-	قصیدہ رزمیہ در مدح عراق	70
4-	آزاد نظم	74



(د)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5-	عظمت عقلِ انسانی	76
6-	گلابی	82
(پنجابی، سرانیکی، پورنی)		
1-	غزل	86
2-	ہم کا دکھائی دیت ہے ایسی روپ کی اگیا سا جن ماں	87
3-	آپنا! باغِ بہاراں دے	88
4-	غزلیہ چور گے	89

### (نمریات)

1-	واعظ! مجھے جنت کا طلب گار نہ کر	95
2-	امیدِ سعادت کی کمر ٹوٹ گئی	95
3-	خاک در میخانہ کا ہے ہر ذرہ ہے پاک	96
4-	ہے عشق کی مستی ہی میں دانش مستور	96
5-	میخانے کا ہے ہر ذرہ ہے تجھ، سوغات	97
6-	جب مہلِ خم، جام سے خم جاتی ہے	97
7-	موجیں ٹھہریں خنک کناروں کی طرح	98
8-	مقطا بھی خاکِ خم میں دھستے دیکھے	98
9-	نے گلشنِ ایجاد میں ہے وجہِ نمو	99
10-	رندوں پہ اگر بابِ کرم کھل جائے	99
11-	چھپتا نہیں نظروں سے کوئی زشت نہ خوب	100
12-	کیوں دیدہ عالم سے چھپا کر پی لوں	100

## انتساب

افلاطون دانش کده حقائق، جالینوس غزلت گاہ دقائق، مخیر عرفاء اعصار،  
مرجع فضلاء امصار، حیرتخانه رموز و اسرار، کشف مضلّات معارف، حلّال  
نکات عوارف، سبّاح دجله فصاحت، سیاح حدائق بلاغت، حارس عقل و شرع،  
عارف اصل و فرع، سالک بادیه تجرید، نقطہ دائرہ توحید، ادب یافتہ عقبہ عبودیت،  
نواخته نوال باب ربوبیت، مجذوب وحدت، مفتی ہدایت، مکمل بہ اکیل سخن،  
مطرز بہ طراز علم و فن، تربیت یافتہ اولیاء، خلاصہ فیضان اصفیاء، نباض فطرت  
انسانی، خطیب منبر سحر بیانی، سلطان اقلیم الفاظ و معانی، مسافر رسیدہ منزل، فقیر  
مستغنی دل ابو الفضائل حضرت میرزا عبدالقادر بیدل عظیم آبادی ثم اللہ ہلوی قدس  
سزہ العزیز کے نام۔

جن کا مطالعہ کلام ہر ذہن رسا اور طبع و قناد کو خیرات معانی کے ساتھ بلندی  
تخیل اور معراج تفکر بھی عطا کرتا ہے۔

بقول میرزا اسد اللہ خان غالب دہلویؒ۔

گر ملے حضرت بیدل کا خط لوح مزار

اسد، آئینہ پرواز معانی مانگے

کوچہ نشین بیدلؒ

فقیر: نصیر الدین نصیر کان اللہ



(س)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## حرف آغاز

ر میدی از دیدہ بے تا تل، گذشتی آخر بصد تغافل  
اگر ندیدی تپیدن دل، شنیدنی داشت نالہ ما  
(بیدل)

عام حالات میں اپنے متعلق کچھ کہنا سننا کوئی اچھی بات نہیں، مگر شاعری کی تو بات ہی کچھ اور ہے۔ شعر چوں کہ نفسِ انسانی کے اظہار ہی کی ایک خارجی صورت ہے اس لئے شاعر کو سمجھے بغیر تفہیم شعر کے راستے صاف نہیں ہوتے۔ انسان ایک ایسی چیز ہے، جس کا احاطہ ممکن نہیں، پھر بھی ہم اگر اُن حالات کو پیش نظر رکھیں، جو کسی انسان کی تعمیر و تشکیل کا سبب بنے، تو بڑی حد تک اُس انسان کے نمایاں خدو خال کو دیکھا جاسکتا ہے۔

میرا بچپن اور پھر لڑکپن جس ماحول میں بسر ہوا، اُس میں عربی اور فارسی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آج سے تیس، چالیس سال قبل دینی علوم کی تحصیل کے ساتھ عربی اور فارسی کو باقاعدہ سیکھنے کا دور دورہ تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے جدِ امجد حضرت بابو جی قدس سرہ کی دلی خواہش کے مطابق درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ اُس دور میں میری نظروں نے ایسی باذوق محفلیں، ایسے نورانی چہرے اور ایسی جامع العلوم و الفنون شخصیات دیکھیں کہ جن سے کوئی باشعور انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اب تو اُن دل نواز مناظر سے نگاہیں محروم ہو چکی ہیں، نہ وہ

(نش)

ہاؤ ہو کی محفلیں رہیں اور نہ وہ باکمال لوگ رہے، جو صوفیانہ کلام کے دلدادہ ہوں۔

خیال و خواب کی صورت بکھر گیا ماضی وہ محفلیں، نہ وہ قصے نہ اب وہ افسانے بدل گئے ہیں تقاضے مزاج وقت کے ساتھ نہ وہ شراب، نہ ساقی، نہ اب وہ میخانے یہ اُس دور کی بات ہے کہ جب اصحاب ذوق، حافظ، سعدی، رومی، ہلّالی، خسرو، عراقی اور نظامی گنجوی علیم الرحمہ کے اشعار پر جان چھڑکتے تھے۔ توحید و رسالت کے موضوع پر مشتمل اور بعض غزلیہ انداز کے اشعار وہ سماں باندھتے کہ دلوں میں انابت الی اللہ پیدا ہو جاتی۔ جو روح سماع ہے۔ بالخصوص میرے جد امجد حضرت بابو جی قدس سرہ پر تو محفل سماع میں ایسا عالم جذب و کیف طاری ہوتا کہ ساری محفل وجد و مستی میں جھومتی اور بزبان حال حافظ شیرازی کا یہ شعر گنگناتی ہوئی محسوس ہوتی۔

کہ برد بہ نذر شاہاں ز من گدا پیامے

کہ بہ کوئے فروشاں دو ہزار جم بجامے

میرا یہ فارسی کلام اُسی عہد رفتہ کی ایک صدائے بازگشت ہے۔ میں جس حد تک آج فارسی اور عربی زبان و ادب کا مزاج شناس ہوں، وہ میرے جد امجد حضرت بابو جی قدس سرہ کی تعلیم و تربیت ہی کا نتیجہ ہے۔ اس مجموعہ میں بیشتر وہ فارسی غزلیات اور اساتذہ متقدمین کے کلام پر وہ تفسیریں شامل ہیں۔ جن کو میرے جد امجد حضرت بابو جی نے درگاہ کے قوال محبوب علی مرحوم سے محفل میں بارہا سنا اور پسند فرمایا۔ علاوہ انہیں اس مجموعہ میں وہ فارسی غزلیات بھی موجود ہیں، جو میں نے فارسی کے عظیم صوفی اور کلاسیکل شعراء کی زمینوں میں ازراہ عقیدت کھی ہیں۔ شاعر مختلف اوقات میں مختلف احساسات سے دوچار ہوتا ہے، کبھی اُس پر

(ص)

رنگِ نشاط غالب ہوتا ہے اور کبھی کیفیتِ غم و گداز۔ اس لئے قاری کو بالخصوص غزل کے پیرایہ میں ہر رنگ اور ہر انداز کا کلام پڑھنے کو ملتا ہے۔ یوں ایک محفل میں شریک شخص اپنے ذوق کے مطابق، مختلف قسم کے اشعار سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ شاعر کبھی سادہ اور سلیس اسلوبِ بیان اختیار کرتا ہے اور کبھی گہرے فلسفیانہ خیالات کے اظہار کے لئے تراکیب سازی، الفاظ آرائی اور مشکل پسندی اُسے مرغوب ہوتی ہے۔ اس مجموعہ میں پڑھنے والے کو یہ دودھارے ساتھ ساتھ بہتے ہوئے دکھائی دیں گے۔

بہر حال چوں کہ میرا تعلق ایک خانقاہ سے بھی ہے، لہذا میری غزلیات اور کلام میں اکثر و بیشتر بے ساختہ رنگِ نسبت جھلک اُٹھتا ہے۔ اسے میرے ماحول، تعلیم و تربیت اور پھر متصوفانہ شاعری کے مطالعاتی ذوق کا نتیجہ سمجھئے۔

میں اپنے کلام کے بارے میں کوئی رائے دینے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ یہ فیصلہ تو اربابِ علم و فن ہی کر سکتے ہیں۔ اگر اُنہوں نے اسے کسی قابلِ سمجھا تو یہ اُن کا حُسنِ نظر ہوگا اور اگر اُنہوں نے اس کو زبان و بیان اور مرتبہ شعر و ادب سے ساقط محسوس کیا تو اسے میں اپنی خامی اور کوتاہی تصور کروں گا۔

بقول ابوالمعانی حضرت عبدالقادر بیدلؒ

نہ بہ نقشِ بستہ مشو شَم ، نہ بہ حرفِ ساختہ سرخو شَم  
لَفْسے بیادِ تو می کشم ، چہ عبارت و چہ معانیم

نیاز مند اہل دل

فقیر نصیر الدین نصیر کان اللہ

۱۱ نومبر ۱۹۹۹ء

گولڑہ شریف ، E-11 اسلام آباد

بہ فطرتیکہ ادب گاہِ جوہرِ نسبی ست      ثنائے اہلِ کرم، جُرمِ مدعا طلبی ست  
 بہ دل غے ز تغافلِ شعاریت دارم      گماں مبرکہ فغانم فغانِ بے سہی ست  
 چہ آورم خبرے از تجلیِ رخِ دوست      زکاکش بہ نگاہمِ بجومِ تیرہ شبی ست  
 نصیبِ اہلِ ولاہست رنگمائے نشاط      بگلشن از عجم و بہارِ ما عربی ست  
 کریمِ اہلِ طلب را مُعزّزِ انگارد      کہ سر بلندی موجِ احترامِ تشنہ لبی ست  
 چہ شد گر آمدہ بانگِ انا الحق از منصوّر      کہ قطرہ مدعی ذاتِ خود زیمِ نسبی ست  
 بہ کربلا نگر اندازِ بے نیازی ما      کہ آلِ ساقی کوثر بہ دردِ تشنہ لبی ست  
 بہ مُصعِفِ رخ او چشمِ شوق نگشایم      دراز دستیِ مژگاں بجلوہ بے ادبی ست

بدستگاہِ کمالش نصیر کس نرسد

ہر آنکہ معتکفِ آستانِ آلِ نبی ست

اے دل! مدام بندہ آں شریار باش  
 ہرگز بیچ گردن تسلیم ز امرِ دوست  
 بے سوزِ عشق، زیست بود شمعِ بے فروغ  
 لوحِ جبینِ خویش بہ خاکِ درش بسائے  
 دل را بہ دامِ گیسوئے جانناں اسیر کن  
 از عشقِ دوست قطع مکن رشتہٴ اُمید  
 اے دل کنوں کہ بارِ امانت گرفته ای  
 سرورِ رمشِ فداکن و دل بر رخسِ نثار  
 بے غم ز گردشِ فلکِ کج مدار باش  
 چوں کوہِ در طریقِ رضا استوار باش  
 پروانہ وار مردِ محبت شعار باش  
 با روزگار ہمدم و با بخت یار باش  
 وز بندِ راہ و رسمِ جہاں رستگار باش  
 آسودہ از جہومِ غمِ روزگار باش  
 محنت بہ جانِ خویش کش و بُرد بار باش  
 خون از جگر چکان و بچشمِ اشکبار باش

تاورد نوشِ ساقی کوثر شدی نصیر

سرشارِ بادۂ کرمِ کردگار باش

پئے کرم بہ زبانِ نگہ سوال کنم  
دے بہ چشمِ کرم ہیں کہ عرضِ حال کنم

نہادہ ام بہ درِ عشق تا جبینِ نیاز  
سرِ غرور بہ راہِ تو پائمال کنم

شبِ فراقِ تو بنگر چہ سہمگینم کرد  
ز بیمِ ہجرِ فغاں در شبِ وصال کنم

بود کہ روزِ جزا باعثِ نجات شود  
ہمیں خیال کہ خود را سگت خیال کنم

تُو خود ز صورتِ من حالِ زارِ دلِ دریاب  
چہ آورم بہ زبان و چہ عرضِ حال کنم

شبِ دراز و غمِ ہجر و خوںِ فشانی چشم  
بہ سازِ ایں ہمہ نظارۂ جمال کنم

نصیرِ دستِ طلب کے کنم بہ خلقِ دراز  
من التجا بہ خداوند لا یزال کنم

ہر آنکہ اُو بہ کوچہ اہل وفا رسد  
 حقّا بہ زیر سایہ لطفِ خدا رسد  
 اغیار شاد کام شوند از منے نشاط  
 خالی شود ز بادہ چو ساغر، بما رسد

دل تنگ از حوادثِ عالم مشو چنیں  
 روزے بود کہ شاہد فرخندہ پا رسد

چوں چشمِ التفات کند سُوئے دیگران  
 باشد کہ گاہ گوشہ چشمے بما رسد  
 زاہد بہ راہِ الفتِ یزداں قدم نہاد  
 بینم، بہ راہِ عشقِ بتاں تا کجا رسد

در آرزوئے قُرب، سلاطین شدند خاک  
 مشکل کہ نزدِ بارگش ہر گدا رسد

مائیم و راہِ پُر خطرِ عاشقی نصیر  
 یا یار بے وفا رسد و یا قضا رسد



انتظام و اہتمامے دیگر است	بر درِ خواباں نظامے دیگر است
در محبت ننگ و نامے دیگر است	خاک بر سر، چاک داماں، دیدہ تر
مسجدِ ما را امامے دیگر است	السلام اے مفتی و قاضی و شیخ
ہر گروہے را مقالے دیگر است	زابدان در کعبہ ما در میکدہ
ایں زمیں را صبح و شامے دیگر است	بر رُخِ روشن عجب زلفِ سیاہ
ہر زماں، ہر دم غلامے دیگر است	بادشاہانِ جمال و حُسن را
ہدیہ و نذر و سلامے دیگر است	در حریمِ جلوہ گاہِ دلبراں

ہاں شرابِ عشقِ خواباں را نصیر  
 شیشہ و ساق و جامے دیگر است

بیا ! ز نورِ طلّش کنیم اکتسابها  
 بخشنِ یار کن نظر ز غیر باش بے خبر  
 برو بدامنِ یقین کنارِ دلربا گزین  
 ہزار نالہ میشود ز تارِ دل ہی رود  
 نگارِ مہ جبینِ ماکرم بہ عاشقانِ نما  
 دواز و صل کن صنمِ نمکِ میاش بر دلم  
 بہ عاشقانِ خستہ دم بہ صحنِ باغِ نہ قدم  
 ز او امید ز کوئے تو منم اسیرِ موئے تو  
 ز چشمِ من ز فرطِ غم رود دُخانِ دمیدم  
 کہ ذہ با ز پرتوش حریفِ آفتا بہا  
 زایں گذر ز آں گذر کہ ایں و آں حجابہا  
 بر افکند ز روئے ایں حجابہا نقابہا  
 چو نالہا کہ میبود ز چنگِ مہا  
 مکن ستم مکن جفا بدلِ نمادِ تابہا  
 کہ ساخت آتشِ الم ز سینہ ام کبابہا  
 فگن ز چہرہ اے صنمِ حجابہا نقابہا  
 کہ گفتگو بر او بود چو نقشہا بر آہا  
 چو میشود بلند ہم ز آہا حبابہا

نصیرِ رو براہِ دیں گذر ز قیدِ آن وایں  
 کہ ہست جملہ ایں زمیں چو بر زمیں سراہا

چه شد گر نازِ دارائی شنشاهِ عجم دارد  
 که شامِ ما غریباں خنده با بر صبحِ ہم دارد  
 تو اے مزدورِ جنتِ سرِ تقصیرم غمی دانی  
 بہ قدرِ جرمِ چشمِ رمتش نازِ کرم دارد  
 ہر آنکسِ ی شناسد جوہرِ تخلیقِ انساں را  
 کہ در یاورِ کُثرِ جبیناں دیدہ غم دارد  
 نشانِ دوستِ ازما خاکساراں پُرسی اے سالک!  
 کہ آگاہی ز منزلِ دیدہ نقشِ قدم دارد  
 ازیں کج گردناں باورِ مکن لافِ حضوری را  
 مقیمِ آستانِ سر ز بارِ لطفِ خم دارد  
 بہ ہنگامِ ضعیفی می رسد نصرتِ ز یزدانش  
 ضعیفاں را کسے کو وقتِ قدرتِ محترم دارد  
 تماشا کن بہرِ منظرِ چو خواہی حُسنِ مُطلق را  
 کہ عشقِ از دیرِ ربطِ یک پرستی تاحرم دارد  
 تویی قسامِ رحمتِ یا محمدِ چوں سرِ محشر  
 کرمِ پروردہ چشمت ز محرومی چه غم دارد  
 بیا با شوق در بزمِ نصیرِ اے تشنہِ مستی  
 کہ اُو در قحطِ جُوشِ ذوقی وجودے مُغتنم دارد

کرد تاراج دلم فتنہ نگاہے عجبے  
شعلہ رُوئے عجبے، غیرت ماہے عجبے

باہمہ نامہ سیاہی نہ ہراسم از حشر  
رحمت شافع حشر است پناہے عجبے

رُوئے تابان تُو در پردہ گیسوئے سیاہ  
بہ شب تار درخشانی ماہے عجبے

رہزنِ حُسن رباید دل و دیں ہوش و خرد  
گاہ گاہے سرِ راہے بہ نگاہے عجبے

نقد جاں باختہ و راہِ بلا می گیرند  
ہست عشاقِ ترا رسے و راہے عجبے

خواستم رازِ دلم فاش نہ گردد، لیکن  
اشک بر عاشقِیم هست گواہے عجبے

ذَرّہ کوچہ آں شاہِ مدینہ بودن  
اے نصیر از پے ماشوکت و جاہے عجبے

چوں جان و دل بہ درت صرفہ نیاز کنم    بہ اوج اختر طالع ہزار ناز کنم  
 سرِ نیاز کہ خم از سرِ نیاز کنم    ز خاکِ پائے تو خواہم کہ سرفراز کنم  
 خوشا شبے کہ در آئی بہ گلبہ ام چوں ماہ    خوشادے کہ بہ روئے تو دیدہ باز کنم  
 ز بوسہ قدمت در ثواب کم باشد    تمام عمر اگر صرف در نماز کنم  
 نظر بہ جانبِ طُوبی مرا نمی آفتد    کہ من نگہ بہ قدرِ یارِ دلنواز کنم  
 ہزار نعتِ دُنیا اگر مرا بخشند    ہزار گوشہ آں چشمِ نیم باز کنم

من از هجوم خیالِ مسلسل زلفش

نصیر سلسلہ شوق را دراز کنم

اے سرو نازینے اے ترک بے نیازے      شورے زدی بعالم با قامتِ درازے  
 دستے دہد چو بختم بوسم ز فرطِ شوق      پائے سگانِ کویت با صد ہزار نازے  
 آخر چرا نیری گاہے منِ حزیں را      دارم بر آستانِ دائم سرِ نیازے  
 سنبُل سرِ ارادت آرد بپائے نازت      آئی اگر بگلشن با کاکُلِ درازے  
 دل بُرد با نگاہے از دستِ عشقِ بازاں      آں شاہِ کج کلاہے آں ماہِ دلنوازے  
 تا از گدازِ ہستی را ہے بخویش یا بم      بستم چو شمع محفلِ احرامِ سوز و سازے  
 بے حاصل است قلم با تیغ و تیرو خنجر      کارم تمام کردی با چشمِ نیم بازے

بارے نصیرِ خواہی گر در جہاں سعادت  
 کُن بیعتِ ارادت بر دستِ پاکبازے

گر بر سرِ بالینم یک جلوہ بفرمائی  
 بلبل بہ گل و قمری با سرو بہ بستانت  
 جانم بلب آمد ہم از حسرتِ دیدارت  
 مانند گدا گردم پیرامن کوئے تو  
 باز آ کہ گذشت از حد آزارِ فراق تو  
 اے ماہ چہ میدانی دردِ من آشفته  
 کن صرفِ دلِ اغیار اندازِ تغافل را  
 یارب بنما راہے از منزلِ پیدایم  
 صد بار شوم قرباں اے پیکرِ زیبائی!  
 تو ہم کرے فرما با نازِ دل آرائی  
 نے طاقتِ غم دارم نے تابِ شکیبائی  
 باشد کہ بر آوازم از خانہ بروں آئی  
 درمانِ دلم فرما ز اعجازِ مسیحا  
 دانم کہ ندیدیستی شامِ غمِ تنہائی  
 ما خاک شدیم اے گل تو محو خود آرائی  
 بگذشت ہمہ عمرم در بادِ پیمائی

اللہ نگاہے کن اے یارِ پریِ مُدوم  
 گردید نصیرِ تو دیوانہ و سودائی



دل بُرد ز دستِ من مہ رُوئے فسون کارے  
دل سوزِ دل افروزے ، دلدارِ دل آزارے

در معرضِ حُسنِ تو مثلِ خس و خاشاکیم  
اے گلکدہِ خوبی ! چشمِ کرے ، بارے

از پرتوِ رخسارت ، از جلوۂ انوارت  
ہر ذرہ ضیا ریزے ، ہر دشت چمن زارے

در چشمِ فسونِ سازت ، ہشیاری و سرشاری  
اے موشِ طنارے ! اے دلبرِ عیارے

ہوش و خردم بُردی ، مفتونِ خودم کردی  
با چشمِ سیہ مستے ، با طرۂ طرارے

تُو ایزدِ ستاری ، یک جلوۂ غفاری  
بر حالِ منِ رندے ، سر مستِ سیہ کارے

با ایں کہ نصیرِ آمد کم کوش و تہی دامن  
یا رب نظرے فرما بر حالِ منِ زارے

آں گلُ قبائے ما چو سوارِ سمند شد  
 شورے ز خلق رفت کہ آتش بلند شد  
 جاں گشته در فراق تو بیزار از جہاں  
 دل از جُنُونِ عشق تو صحرا پسند شد  
 گیو بہ دوش رفت چو صیادِ ما بہاغ  
 صد مُرغِ دل پرید و اسیرِ کند شد  
 عیسیٰ دی ، تو از پئے بے چارگاں بیا!  
 اے دُورِی تو باعثِ درد و گزند شد  
 اے مہ! جمالِ کُلبۂ تاریکِ پستِ من  
 از پائے تو چو طارمِ اخضر بلند شد

تا دیدہ ام جمالِ تو اے دل پسندِ من!  
ہر چیز در دو دیدہ من نا پسند شد

ناصح فروگذار دلم را و راہ گیر  
پندش مدہ کہ کار فرا تر ز پند شد

ایں بندہ حقیر بود یا کہ آسماں  
ہر آنکہ خاکِ پائے تو شد ، سر بلند شد

شیرینیِ دہانِ تو ریزد شکر بہ گوش  
حرفیکہ با زبانِ تو پیوست ، قند شد

یارم چو شمعِ محفلِ اغیار شد ، نصیر

ناگہ دلم بر آتشِ غیرت پسند شد

بہار آمد و سازِ بہار باید و نیست  
 مرا کہ غنچہ پژمرده ام بہ شاخِ وجود  
 بہ کامِ بخت مے از تیرگی نباید و هست  
 بخشنِ عالیہ نیزاں مشو فریفتہ دل  
 کنوں کہ دلبرِ من آمد و بہار آمد  
 حدیثِ عشق کہ شرحش دہد بہ غمازی  
 بے گذشت کہ در عالمِ خراب مرا  
 شکستہ رنگی بختمِ بہیں کہ وقتِ بہار  
 دریں چمن کہ پُراست ازخروشِ زاع و زغن  
 بساں پارہٴ سیماب لرزہ ہا دارد  
 فغاں کہ گُلبدنے در کنارِ باید و نیست  
 ہوائے بارغِ جہاں سازگارِ باید و نیست  
 بہ کامِ دل قدحِ جلوہ بارِ باید و نیست  
 کہ ایں گروہِ مرقتِ شعارِ باید و نیست  
 کنارِ کشت و لبِ جوئیبارِ باید و نیست  
 بہ اشکِ چشمِ مرا اختیارِ باید و نیست  
 بدوستیِ دلِ صاف از غبارِ باید و نیست  
 بہ نخلِ زندگیمِ برگ و بارِ باید و نیست  
 نوائے طوطی و بانگِ ہزارِ باید و نیست  
 ہزارِ حیف کہ دل را قرارِ باید و نیست

صبا پائے محبتاں رساں ز خاکِ نصیر  
 کہ ثُربتش بہ سرِ رہگذارِ باید و نیست

مہ من! بیاؤ رویت ز دو دیدہ خوں فشام  
تو بیا! دے بہالیں کہ رودز شوق جانم

شدہ ام چو ذرہ حیراں بہوئے دوست رقصاں  
نہ بہ پستی زمین نہ بر اوج آسمانم

نہ قبائے فقر خواہم نہ شکوہ ملک دارا  
بہ امید یک نگاہت چو گدا بر آستانم

ہمہ رہرواں بمنزل من و درو خستہ پائی  
کرم اے بہارِ رحمت کہ نحیف و ناتوانم

نہ روم بداد بخشے ز مصائبِ جفایت  
سرِ خود نهم بیاییت کہ زخیل بندہ گانم

اگرم ز در برانی نخرود کسم پیکیزے  
مفشاں ز دامن اے جاں کہ غبارِ آستانم

زنوائے من شبِ غم بفقار رسد جہانے  
دلِ سرد شعلہ گیرد ز تجلیِ بیانم

دو ہزار ملکِ عشرت اگرم دی، تکیرم  
کہ بہ ذوقِ بے نوائی بہ غم تو شادمانم

ز رو گدا نوازی بہ نصیرِ زار چشمے

کہ جز آستانِ پاکت بخدا درے ندانم

نشستہ ام بہ سرِ راہ و در تو را ہے نیست      فغان کہ بر من مسکیں تڑا نگا ہے نیست  
 اُمید جلوہ ز دیر و حرم مدار اے دل      کہ حُسنِ دوست مقید بجلوہ لگا ہے نیست  
 چہ لاف می زنی از رازِ آں حریمِ وفا      تڑا کہ بر درِ اربابِ شوق را ہے نیست  
 بہ جرمِ ناکسی ام ز آستانِ خویش مراں      بھاک تو کہ مرا جُزِ دلت پنا ہے نیست  
 بہ اوجِ طالعِ رندانِ با خدا نازم      کہ ہیچ فرد ازیں قوم کم نگا ہے نیست  
 مکن بہ خستگیمِ اشتباہِ رنگِ ہوا      کہ مرغِ ہمتِ من صیدِ دامگا ہے نیست  
 کجا نشاط و کجا خندہ ہائے بزمِ نشاط      متاعِ خانہ بے چارگاں جُزِ آہ ہے نیست  
 جُز ایں کہ لب نکشاید و خونِ دل نوشند      بلا کشانِ وفا را دگر گنا ہے نیست

برنگِ کج گھماں پا منہ بہ بزمِ نصیر  
 کہ اُوزِ حلقہ بگوشانِ کج گلا ہے نیست

سرِ شوقم اگر در پائے آں سرو رواں بُودے  
دلِ غمدیدہ من روکشِ باغِ جناب بُودے

زہے قسمت کہ او بخشید جامِ عیش در محفل  
وگر نہ ذوقِ مے نوشی نصیبِ دشمنان بُودے

نہ کاہیدے ز بحرِ لطف و جودِ پیرِ میخانہ  
اگر یک جرّعہ صہبا بہ کامِ تشنگان بُودے

تیم از بیکیسی کاند ر جہاں یارے نمی دارم  
نہ تنها بُودے 'با من اگر او مہرباں بُودے

برائے جاں سپاری رفتے خود کاشکے آں دم  
چو تیغِ تیزِ قاتل بر گلوئے کشتگان بُودے

بحمد اللہ بہ محفلِ دورِ جامِ مے بہ من آمد  
وگر نہ شکوۂ بد قسمتی با آسمان بُودے

نگوں گشتے ز ادجِ بختِ او مہر و مہ و انجم  
نصیرِ ار خاکِ پائے آں شہِ عرشِ آستان بُودے



عقل را بے خود ز نازِ زگیِ مستانہ کن  
اے نگاہِ دلنشین! ما را زما بیگانہ کن

جلوہ کن بر منظرِ دلہا بنا زِ دلبری  
عالے را اے پری از عشوہ اے دیوانہ کن

گر ہی خواہی کہ باشی ہمدمِ پیرِ مغاں  
صحبتِ رنداں گزین و خدمتِ میخانہ کن

بگذر از پرہیز و بگذار ایں ہمہ تزویر را  
بچو مستانِ عمد و پیمایِ بائے و پیمانہ کن

بعد از اں ممکن شود نظارۂ آں شمعِ ناز  
خویش را اول بسوزِ عاشقی پروانہ کن

جاں بیک ساغرِ فی ارزد نصیرِ پرست!

خویش را مستِ نگاہِ مُرشدِ میخانہ کن

دیدہ و دل بر تو قرباں ہچنیاں  
 کارواں منزل بہ منزل می رود  
 اے ستمگر! غرقِ خوں شد عالمے  
 گرچہ راندی آشکار از دل مرا  
 از غمِ دل آنچہ گفتم اے صبا  
 عالمے آباد و شاد از دستِ تو  
 گرچہ دادم خرمنِ ہستی بباد  
 گاو و خر را جامہ از دیبا و خز  
 مصرعے دارد پر مور و مگس  
 گرچہ یوسف رفت و ہم بازارِ مصر  
 اے مرا تو آفتِ جاں ہچنیاں  
 من بہ گردِ ناتھ گریاں ہچنیاں  
 تیغِ ابروئے تو عریاں ہچنیاں  
 دارم در سینہ پنہاں ہچنیاں  
 پیش آں گلچہرہ بر خواں ہچنیاں  
 من ز دستِ خانہ ویراں ہچنیاں  
 ہستم از آتشِ بجاناں ہچنیاں  
 مردِ دانا چاک داماں ہچنیاں  
 خونِ انسان است ارزاں ہچنیاں  
 بُوئے عشق آید ز کتعاں ہچنیاں

اے نصیر از شکوہ ما بر بند لب

ہست بر تو لطفِ جانناں ہچنیاں

ہزاراں دل و جاں گرفتار داری  
 چو وائیل کا کل، چو خورشید طلعت  
 بہ گیو چہ زنجیر، زنجیر محکم  
 بہ ابرو چہ شمشیر خونخوار داری  
 بہ درگاہ حسنش اگر بار داری  
 چو من بندہ خویش بسیار داری  
 چہ گرفتار داری، چہ رخسار داری  
 چہ افزائیم قدر در بارگاہت  
 یکے حشر ساماں، یکے گل بداماں

نصیرے کہ با جور تو خو گرفتہ  
 عجب عاشق ناز بردار داری

دل دیوانہ را در حلقہ زلفِ دو تا کردی  
کرم کردی، عطا کردی، روا کردی، بجا کردی

نگاہِ نازِ خود سُوئے رقیبِ اے دلربا کردی  
بہ پُنجیرے غلط انداختی، تیرے خطا کردی

نقابِ حُسن را بر دشمنان از لطفِ وا کردی  
کشیدی آستین بر رُخ ز مشتاقان حیا کردی

نہ الفت را گرامی داشتی لے اہل الفت را  
چرا آخر ستم با عاشقانِ خود روا کردی

رسانیدی شمیمِ زلفِ او را تا مشامِ من  
چہ احساں بر منِ مجبور اے موجِ صبا کردی

نگاہِ رحمتِ آخر سبقِ بُرد از غضبِ یارب  
غلطِ کردم، کرمِ کردی، خطا کردم، عطا کردی

بہ درگاہِ تو یا رب چوں نصیرِ شرمسار آمد

عُیوُشِ از کرمِ پوشاندی و حاجت روا کردی

فتنہ بپاست در جہاں قامتِ حشر زائے تو  
عین قیامت آمدہ آلِ قدِ دلربائے تو

برقِ نظارۂ جہاں دیدۂ سُرمہ سائے تو  
سُرمۂ چشمِ عاشقانِ ذرّۂ خاکِ پائے تو

جاں نہ بود خورائے تو، سر نہ سزد پائے تو  
غرقۂ آبِ فحلم تا چہ کنم فدائے تو

ہست دل بہ پہلو ام کشتۂ غمزہ ہائے تو  
عمر تمام کردہ ام در ہوسِ لقلائے تو

من بہ رہت فتادہ ام، ہوش زدست دادہ ام  
بنده ام و نہادہ ام، سر بہ درِ سرائے تو

زندگی عیاں تُوئی، راحتِ عاشقانِ تُوئی  
آپ حیاتِ می چکد از لبِ خندہ زائے تو

ہر طرف کی روی خسرو نازنین من  
خیل بیتاں چو بندگاں می رود از قفائے تو

صبح اُمید عاشقاں از رُخ تو کند طلوع  
مطلع حُسنِ سرمدی طلعتِ جانفزائے تو

بہر خدا مراں مرا شاہ تُوئی و من گدا  
از درِ تو رود گجا بادشاہ! گدائے تو

گرم طوافِ کوئے تو مہرِ منیرِ ذرّہ وار  
سربِ خمیدن آردش عارضِ حق نمائے تو

چشمِ عطا پئے خدا شاہِ غریب پرورم!

ہست نصیرِ بے نوا بندہٗ بے نوائے تو

با ہمہ ناز و دلبری پاس وفا نمی کنی      اے بُتِ فتنہ گر چرا خوفِ خدا نمی کنی  
 در رہ انتظارِ تُو چشم سفید کرده ایم      یوسفِ دل نوازِ ما چشمِ بمانی کنی  
 در تپشِ فراق تو سوخته دل شدیم و تُو      ہیج گئے گذرِ بمانِ مثلِ صبا نمی کنی  
 ایکہ تغافلِ تو مست گلشنِ زیست را خزاں      خوار و زبوں شویم ما گر تُو عطانی کنی  
 از پئے انتظارِ تو بر سرِ رہ گذارِ تو      عمرِ گذشت و خویش را جلوہ نمائی کنی

جاں بلب اے طبیبِ دل در غمِ ہجر شد نصیر

دردِ فراق دادہ ای از چہ دوا نمی کنی



ساقیا در گردش آور جام را	ہاں! جوابے گردش ایام را
پائے خود مانوس کن با خار و سنگ	خوش بنہ در راہ الفت گام را
گشت دل دیوانہ و زنجیر گفت	گیسویں آں یارِ گل اندام را
پختہ اے باید بہ راہ عاشقی	بر نہ تابد عشق طبع خام را
چوں تُرا جو نیم در ہر خاص و عام	خاص پنداریم ما ہر عام را
من برائے دانہ کے اُفتم بہ دام	از رہم صیاد بر چہیں دام را
نامہ بر! سوزِ دلم ہمراہ گیر	گر بہ او از من بری پیغام را

آخر از لوحِ ضمیرِ خود نصیر

محو کردم حرفِ تنگ و نام را

رُوئے یارِ خود بنگر اصلِ مدعا اینست      از خدا طلب او را حاصلِ دعا اینست  
 نسخہٗ زمن بشنو در رہِ محبت دو      خاکِ پائے جانان شو جانِ کیمیا اینست  
 در عیوبِ خود بیند چشم از جہاں بندد      عیبِ دیگران پوشد بندہٗ خدا اینست  
 خوشہٗ وفا چہند راہ آشنا بیند      مردِ خوش ادا این و پیکرِ وفا اینست  
 ہر چہ از خدا آید دم مزین مکن شکوہ      خمِ جبینِ خود گرداں شیوہٗ رضا اینست  
 سلطنت اگر خواہی باش بندہٗ شایہ      زیرِ دانش بنشیں ظلّ صد ہما اینست

در محبتِ جانان اے نصیرِ تو یکسر  
 خویش را فنا گرداں معنیِ بقا اینست

عجب لذت تماشائے تو دارد	جهان دل تمنائے تو دارد
زحیرت پا بہ گل ہر سرو بُستان	چه رفعت قد زیبائے تو دارد
عرق ریز است جامِ مے ز غلّت	چه مستی چشمِ شملائے تو دارد
معطر شد مشامِ جاں ز بُوئے	کہ گیسوئے دلآرائے تو دارد
خوشا آں دل کہ باشد محوِ یاد	خوشا آں سر کہ سودائے تو دارد
نباشد سہل ترکِ آرزویت	دلم ہر دم تقاضائے تو دارد

نصیر کشتہ تیغِ فراق  
 بہ دل حسرت زلبہائے تو دارد

خبرے گرت بہ مشام جاں ز مقام عشق و وفا رسد  
بچڑا نگاہ تو از فنا چند و بہ ملک بقا رسد

بہ چساں ز خود منشی رسم بحریم بزم جلال او  
بہ ہزار حیلہ جستجو بدریکہ پیک صبا رسد

ہمہ سر بہ جیب تحیرم کہ شوم دو چار حقیقتے  
پے حل عقدہ ہستیم نظرے کجاست کہ تا رسد

اثرے گرفتہ ازیں سخن کہ من از خمیر ہمیں گلم  
چہ شود پیام مروتے اگر از شے بہ گدا رسد

تو گراں محیط حقیقتی ز فریب مدح جہاں گذر  
ز سبک سری غلط است اگر چہ غبار سر بہ ہوا رسد

بنشین براہ خود آگاہ بہ اُمید چشم عنایتے  
بود آنکہ آئندہ دلت ز نگاہ شاں بہ جلا رسد

چہ کشی نصیر غم طلب بنشین براویہ ادب

ہمہ جا اگر نرسیدہ ای سخن خوششت ہمہ جا رسد

## فارسی مکالماتی غزل

چہ گویمت دوش آمد از در چہ عشوہ ریزے چہ فتنہ کارے  
 رفیق جوئے، شفیق خوئے، دقیق موئے، حسین نگارے  
 بلند ہوئے، پسند جوئے، ادا فروئے، چمن بدوئے  
 شگفتہ کارے، جنت نامے، کرشمہ دارے، فریب کارے  
 جلوہ شاہے، چمرہ ماہے، جواں نگاہے، جہاں پناہے  
 بہ لب عقیقہ بہ دل رقیقہ بہ خو خلیقہ، بہ رخ بہارے  
 چو گفتمش اے دو دیدہ قرباں مگر ربودی تو راحت جاں  
 بگفت از راہ بے نیازی دریں نداریم اختیارے  
 بگفتمش ایں چہ شد کہ یکسر نمائد در شورش حیاتم  
 بہ لب نوائے، بہ سر ہوائے، بہ سینہ آہے، بہ دل قرارے  
 اگرچہ دامن کشیدہ از من ولے فقاوم پپائے نازش  
 بگفتمش، زحمت علاجے، تبسمے کرد و گفت، آرے  
 اگر تو خواہش ز ساز ہستی رسی بہ آہنگِ نغمہ کُن  
 الاپ در وجد گاہِ عالم فی دہانی دھاپا ماگاما گارے  
 شدم فلاطون خود پرستی کجاست آں بے خودی و مستی  
 کرم کن اے پیرے فروشاں! گدائے کویت نصیر زارے

(۲۷ اپریل ۱۹۷۷ء)

وارفتگی و مستی در عہد شبابِ اولیٰ      در دورِ گُل و لالہ دورِ مئے نابِ اولیٰ  
 اے زاہدِ ظاہر ہیں! بیہودہ چہ می لانی      از تُہدِ ریا باشد یک جرعه شرابِ اولیٰ  
 من رندِ سیہ مستم و عطفِ تو نمی فہمم      از موعظہ و تلقین آہنگِ ربابِ اولیٰ  
 در میکہدہ ہستی رقصیم سرمستی      کایں عمرِ گرانمایہ وقفِ مئے نابِ اولیٰ  
 از خرقۂ سالوسے ، و زبُجہ تزویرے      بینا و قدح بہتر ، طاؤس و ربابِ اولیٰ  
 از چشمِ وفا کیشاں اے دوست چہ پوشی رو      کز دیدۂ نا محرم ایں شرم و حجابِ اولیٰ  
 ہر ذرہ براہِ او دارد خبر از منزل      در چشمِ حقیقت ہیں حرفے ز کتابِ اولیٰ  
 در بزمِ سخن سجاں بے علم مزین حرفے      بے طاقتِ دانائی ناگفتہ جوابِ اولیٰ  
 آن چشم کہ می بیند جز چہرہ جانانہ      محرومِ نظر بہتر ، آسودہ بخوابِ اولیٰ

از بزمِ ریاکاراں بگذشت نصیرِ آساں

ایں رندِ خراباتی بدنام و خرابِ اولیٰ

(در زمینِ حضرت خواجہ حافظ شیرازی)

اے کہ نامت بر زبان ما غریباں ہر دے  
وے کہ یاد ت مونس ہر بید لے در ہر غے

از جمال رُوئے تو جمعیت صد جان و دل  
وز پریشانی زلف تو ، پریشاں عالے

از خطا شرمندہ ام لطفے بفرما اے کریم !  
رشتہ ایر کرم ، موبے نہ کاہد از یے

ساقیم آں بادہ اندر کاسہ جان رستختہ  
در نگاہ مست من شد چوں خرف جام جے

خود یگو چوں عرضہ دارم بر تو حال شوق دل  
نامہ من تنگ دامن ، تمامہ بر نامحرے

ناوک تو چوں کہ باشد چارہ زخم جگر  
اے خوشا صیدیکہ از تیر تو یابد مرے

جاں بلب آمد نصیر از فرقت دلدار خولش

زندگی یابد اگر بیند رُخ آں ہمدے

(در زمین حضرت خواجہ حافظ شیرازی)

دیدہ ما ہرزہ گردِ جلوۂ گلزار نیست  
خود گلستانیم ما را با گلستاں کار نیست

در نگاہ ما نگیند عشوۂ رنگِ دوتی  
ما سوارا در دلِ وحدت پرستاں بار نیست

حُسنِ کامل بے نیاز از منتِ مشاطگیست  
کاملاں را احتیاجِ جُبہ و دستار نیست

قدرِ گلِ بلبل بدانند قدرِ جوہرِ جوہری  
در نگاہِ زاغ و کرگس وقعتِ گلزار نیست

دانہ را آخر بہ ہمت می کشد مورِ ضعیف  
ہیچ کارے پیشِ ارباب ہم دشوار نیست

(در زمینِ طوطی ہند حضرت امیر خسرو)



خار و خس را ہم کند سیراب ابر نو بہار  
رحمت حق محض بہر مرد خوش کردار نیست

چشم بلبلی لائق دیدارِ موعے گل بود  
ہر نظر شاکستہ دید جمالِ یار نیست

از زباں گویا تر است آری نگاہِ کمالاں  
اہل معنی را بہ محفل حاجتِ گفتار نیست

ہر کہ اوکل شد میندارش چو طوطی رازداں  
ہر کہ پیماید توانی روی و عطارِ نیست

بر نہ تابی جلوہ اش ، عکسِ ہماش را بیاب  
چون بہ احمد گم شدی ، دید آمد دشوار نیست

کافرِ عشقم بہ قولِ حضرتِ خسرو ، نصیر

”ہر رگ من تار گشتہ حاجتِ زُتار نیست“

غنی شدیم زجاہ و جلالِ شامانہ      بس است فخرِ غلائی پیرِ میخانہ  
 بہ پیشِ چشمِ تو ہیج است جام و پیمانہ      نثارِ نیم نگاہت ہزارِ میخانہ  
 تو ہیجو شمعِ فروزاں عذارِ افروزی      بہ گردِ رُوئے تو گردم مثالِ پروانہ  
 خردِ حجاب و جنون است باریابِ حضور!      اگر تو واقفِ رمزی، مباحِ فرزانه  
 ز حُسنِ توست نمایاں جمال و جلوۂ حق      حدیثِ شمس و قمرِ پیشِ رُویت افسانہ  
 ہزارِ فتنہ ز موجِ خرامتِ انگیزی      بہ صحنِ ٹککہ مخرامِ بیشِ مستانہ  
 ز چشمِ غیرِ نہاں باش و دلبرانہ درآ      بہ انتظارِ گہِ چشمِ بے حجابانہ  
 جنونِ ہوش و خرد را ز مغزِ پیروں کن      ہپائے یارِ بنہ عقل و ہوشِ نذرانہ  
 براہِ میکدہ یاراں کنید تدفینم      رہے نصیبِ شوم خاکِ راہِ میخانہ  
 مراں ز بارِ گہِ خویشتن مرا ہرگز      کہ آدم بہ درِ تو نیازِ مندانہ  
 نصیرِ فاشِ گو حرفِ راز در محفل  
 کہ بس بلند شدی در طریقِ رندانہ

(در زمینِ حضرت مولانا جامیؒ)

اگر است در دلت آرزو کہ نظر بخوش نظرے رسد  
بحریم جلوۂ خود نشیں کہ ترا از دُخبرے رسد

شب تار و گریہ مستقل منم و کشاکش زخمِ دل  
بہ امید آنکہ ستارہ اے سرِ مطلعِ سحرے رسد

خبرے نیامدہ از قفسِ زماں طوطی خوش نفس  
مگر اہتمامِ گزندِ او بہ عُبَّارِ مُشتِ پرے رسد

مے جُتجو نہ چشیدہ ای بہ تجسّے نہ خمیدہ ای  
تو بہ فہمِ خود چہ رسیدہ ای کہ بہ کُنہِ تو دگرے رسد

بہ نگاہِ پُر ہوساں تن چہ تمیزِ آدم و اہرن  
پئے امتحان بہ عیارِ فن مگر آنکہ دیدہ ورے رسد

چہ کشتیِ مذلتِ مہمے بہ تلاشِ کوثر و زمزمے  
بدشِ زگریہ شبِ نئے کہ بہ نخلِ دل ثمرے رسد

مدد اے کرشمہ آرزو کہ نصیر در رو جُتجو

نَفّے کشد، سخنِ زندہ قدمے ندہ بہ درے رسد

(در زمینِ حضرت میرزا عبدالقادر بیدل)

چہ سخن رسید ز شورِ دل بہ لبانِ زمزمہ سازِ من  
کہ بہ خلق رفتہ قیامتے زلوائے سینہ گدازِ من

چہ طلسمِ حیرتِ مُطلقم ، چہ فسونِ عقلِ مجرّی  
نہ بمن رسد تگ و تارِ تو نہ بتو رسد تگ و تارِ من

مخروشِ پیشِ من ایں قدر بہ غورِ نعمتِ سیم و زر  
کہ بلندیِ سرِ آسماں نرسد بہ گردِ نیازِ من

نہ من آنچنان کہ بتو رسم نہ تو آنچنان کہ بمن رسی  
تو و بزمِ عشرت و عافیت من و نالہ ہائے درازِ من

شدہ ام ز جلوةٴ دوستِ پُر پس ازیں مرا ہمہ اُو شمر  
کہ شرابِ برقی حقیقتش ہمہ سوختِ طُورِ مجازِ من

عبث است ذکرِ مے ذنی بگذار ایں ہمہ پُر فنی  
بنشین کہ یک دو قدحِ زنی ز نگاہِ بادہ نوازِ من

(در زمینِ حضرتِ ہیدل)

بہ قضائے مُفتی رنگ و بُو بہ کرشمہ ہا ہمہ کردہ خو  
چہ تو و چہ جلوہ نازِ تو چہ من و چہ رنگِ نیازِ من

نہ بنم بہ عظمتِ آسمان سرِ مُقتشم بہ درِ خساں  
کہ نداد درسِ مُتلقم ز ازل معلّم نازِ من

بہ سرورِ دیدہ مُرکیں نگے کرشمہ درِ آستیں  
بہ خمِ دو کاکلِ عنبریں کرم اے شکستہ نوازِ من

نہ روم بہ مسجد اگر کشاں ز جنوں سری غلطم مخواں  
بہ دریکہ خم شود آسماں چہ بساطِ پُشتِ نمازِ من

چہ کنم نصیر بہ ناکساں نظرِ ہوس پئے آب و نال

کہ ہزارِ مرحمت و کرم بنمودہ میسرِ حجازِ من

## بہ آہنگِ میرزا بیدلؒ

تَعَالَى اللہ چہ زیبا بر سرِ محفلِ نَشِستش  
 تُو گوئی جان و ایمان و دلِ عالم بدستش  
 جنوں درکارِ خود ہشیار از فیضِ نگاہِ او  
 خرد رم خوردہ جامِ رَحیقِ چشمِ مستش  
 کجا اغیار و اعدا ، خویش را بیگانہ می بینم  
 کہ از پیوستنش بس وحشت افزا تر گسستش  
 ز یادِ خود مدہ آوارہ دشتِ محبت را  
 بجانِ تو کہ یادِ تو متاعِ بُود و ہستش  
 دلِ عاشق در آشوبِ ملامتِ آنچنان ماند  
 کہ صیاد است و از ناوکِ زبولِ صیدے بہ دستش  
 خضر در سبزہ خطش بہارِ زندگی جوید  
 میسکانیم جاں در یادِ لعلِ مے پرستش  
 ز افسوں کاری مر و عتابش سخت حیرانم  
 کہ از وے در جہانِ دل گشاؤ کار و بستش

چه دریا بند این صورت پرستانِ ذوقِ آلِ رندے  
 کہ مثلِ موجِ صد وارفتگی ہا در شکستش  
 نہ وارستست از پیکانِ چشمِ مستِ اُوصیدے  
 ز دامنِ طرۂ پُر خُمِ کرا یارائے جستش  
 جہانِ اہلِ دل از جلوۂ رخسارِ او روشن  
 نگاہِ گلِ رُخاںِ مخمورِ چشمِ مے پرستش  
 نہ گنجِ درِ بیاں ہا رفعتِ آلِ مردِ حقِ مستے  
 کہ شانِ و شوکتِ آفاقیاں در دیدہ پستش  
 بہ چشمِ کمِ مبیں ہرگز نصیرِ دردِ سماں را  
 کہ شامِ زندگی روشن تر از صبحِ استش

(بہ آہنگِ میرزا بیدل)

سرِ لوحِ مُصنّفِ رُخِ گُشا کہ بہارِ صبحِ دمیدہ ای  
کرے کہ یوسفِ رحمتی، نظرے کہ دولتِ دیدہ ای

ہوسِ نیازِ ہر آستان نہ کشد بہ ہر زہ گدا نئیم  
بہ غبارِ راہِ تو قائم تو اگر ز من بیریدہ ای

پر و بالِ سعیِ عبثِ مزن بہ عبورِ بامِ الوہیت  
بوفائے حقِ عبودیت کہ بہ فکرِ سگِ نرسیدہ ای

نفسِ بَمشقِ خود آگے نظرے گُشا و بخود نگر  
کہ امینِ جلوۂ سرمدی کہ بہارِ حُسنِ ندیدہ ای

چہ بلاِ ربودۂ غیرتی کہ بجزبِ پُر اثرِ نفس  
تب و تابِ جوہرِ رنگ و بو ز دماغِ غُچہ کشیدہ ای

ستمِ استِ ایں روشِ جنوں کہ ز خود فریبی پُر فُوس  
نظرے بہ او نہ گشودی و نفسے ز خود نرمیدہ ای



نہ بچشم تو اثرِ نئے نہ بسینہ ات خلشِ غم  
چہ تشخصی چہ تعینی کہ بدایغِ دل نہ پتیدہ ای

غمِ چشم و کاکلِ این و آں پئے تست جائے ندامتے  
تو کہ جیبِ ہستی خولیش را بجنونِ خود ندربیدہ ای

چہ قدر بخوابش ما سوا ، رمِ تست ہرزگی آشنا  
کہ دل تو طورِ تجلی و تو بہ طوفِ کعبہ دویدہ ای

عجب است قصہ غفلت کہ ہرزہ شورشِ ما و من  
محضورِ سمع قبولیت سخن ز خود نشنیدہ ای

قدم و حدوثِ تو پُر زیاں ، عدم و وجودِ تو بمعناں  
تو اگر بیادِ نگاہِ او قدحِ جنوں نہ کشیدہ ای

طرب اے نصیرِ ابوالبلیاں چہ شوی فسرہ ز اہلباں

کہ تودرنگاہِ چمن دلاں ہمہ جلوہ ای ، ہمہ دیدہ ای

(پہ آہنگ میرزا عبدالقادر بیدلؒ)

چہ دلے کہ مستِ طرب نشد ز دو چشمِ بادہ بجام تو  
چہ قیامت است کہ سر نزد ز خرامِ فتنہ گام تو

خیمِ زلفِ تست مرا اماں سرِ کوئے تست بہارِ جاں  
زروم بہ طورِ تجلی ز درت ، بہ عظمتِ نام تو

ز فسونِ خرائیِ خود نخلِ ہمہ غرقِ حسرتِ دیدنت  
خبرے کہ کرد بہ آہواں ز بہارِ موجِ خرام تو

ہم مقامِ صلحِ ریم گئے ، تو بہ زہد و من بہوائے ے  
بتائے مژہ باز کن چہ جوابِ من ، چہ سلام تو

چہ بساطِ ذرۂ ناتواں چو سمندِ اخضرِ آسماں  
بہ فسونِ عنانیِ کھکشاں نرسد بہ گردِ خرام تو

دلِ من بہ نقشہ معنوی شدہ مستِ بادۂ سردی  
تو کجا و یادِ من از کجا دو جہاں فدائے پیام تو

اگر از تو مہرِ بریدہ ام و گر از درتِ بر میدہ ام  
کرے بمن کہ رسیدہ ام بحریمِ رحمتِ عام تو

تو و مشق زینت و آئینہ پس پردہ باہمہ آبرو  
من و چشم و کونے ملائے بہ اُمید جلوۂ بام تو

غم و پیچ موجہ سلیم چہ زخم دم از غمق آگہی  
قمر سپر تقدی ، چہ رسم بہ عرش مقام تو

بہ در خزانکدہ جنوں چہ بہار یاد تو پا نہند  
بخدا کہ صبح طرب دم بہ دیار وحشی رام تو

چہ کنم جز اینکہ جبین بنم بہ غبارِ راہِ تصوّر  
لب خشک و زحمت موجیم ، مین تیرہ بخت و پیام تو

چہ گلی بہ گلکدہ صُور بہ جمال غمزہ ناز و فر  
کہ زباں خورد غم گردشے بہ طوافِ کعبہ نام تو

تب و تاب سینہ بخوں رسد ، دو جہاں بدام فُوں رسد  
دلِ عالے بخوں رسد ز تبتیم لبِ بام تو

لب تست معبد رنگ و بو ، رُخ تست کعبہ آبرو  
چہ کنم اگر نہ جنوں کنم مین پر شکستہ بہ دام تو

شدہ غرق زورق آرزو بہ هجوم بُجہ جستجو  
کرم اے نصیر شکستگان ! کہ نصیر خستہ غلام تو

(بہ طرز حضرت بیدلؒ)

با چہ ناز اے سرو زیبا با چہ رفتار آمدی  
رونی گھا شکستی چوں بہ گلزار آمدی

سید خواہی کرد صدہا مرغ دل اے نازنیں!  
در گلستان با کند زلفِ خمدار آمدی

چوں تو اندر خانہ بودی خانہ بر انداختی  
یک جہاں دیوانہ کردی چوں بہ بازار آمدی

درِ دل شد راحتِ جاں اے بُتِ عیسیٰ نفس!  
از کرم چوں بر سرِ بالینِ بیمار آمدی

وا نمودی حُسنِ خود در جلوہ ہائے رنگ رنگ  
گاہ بر منبر شہدِ گہ بر سرِ دار آمدی

لالہ گشتہ پا بہ گل، گل از رخت مانده بگل  
اے سرتِ گردم بایں خوبی بہ گلزار آمدی

با ورم آمد کہ عمرِ رفته ہم آید بہار  
تا تو یارِ بے وفا در خانہ یار آمدی

از غمِ عشقِ مبتلا آزاد بودی در جہاں  
اے دلِ ناداں بولفش خود گرفتار آمدی

کارِ مرداں روشنی و گری است آری نصیر

بزمِ یاراں گرم کردی چوں بہ گفتار آمدی

لے کارِ مرداں روشنی و گری است، یہ مصرع حضرت مولانا روئے کا ہے۔

(در زمینِ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ)

عاشقان را عز و شانی دیگر است  
آنکه کرده صید خود مرغِ دلم  
داستانِ دل ز دلِ دلبرِ پیرس  
شاد از و صلیم و ناشاد از فراق  
اے کہ بینی بر لبم موجِ نشاط  
نے گذر آنجا گمان و وہم را  
تُو قدمِ بنی گر از راہِ کرم  
سادہ دہا را کند غارت ز حُسن  
شد مکانِ دل خیمِ زلفِ بیتاں  
از دکانِ جو فروشاں جو طلب  
در طریقِ جستجوئے بے نشاں  
زہد و تقویٰ، حسن و خوبی، علم و عشق  
ہر تقسیمِ کلامِ ما نصیر

شوکت و اجلال و آنے دیگر است  
آں کہاں ابرو جوانے دیگر است  
داستانِ دل ز دلِ دلبرِ پیرس  
گلشنِ ما را خزانے دیگر است  
در دلم آہ و فغانے دیگر است  
محوِ حُسن را جہانے دیگر است  
ایں زمین ہم آستانے دیگر است  
رہزنِ ایں رہ جوانے دیگر است  
ہر مکیئے را مکانے دیگر است  
دُورِ معنی از دکانے دیگر است  
بے نشاں گشتنِ نشانے دیگر است  
مہرِ ما را آسمانے دیگر است  
نکتہ سنج، نکتہ دانے دیگر است

۱۔ حضرت پیر سید مر علی شاہ گولڑی کی طرف ایک لطیف اشارہ

## خمسہ بر غزلِ حضرت سعدی شیرازی

بر سفر اے ماہِ زیبایِ روی کردہ دیراں شہرِ دلِ رایی روی  
عالے ہمراہ و تنہا می روی سروِ سیمینا بھرا می روی  
بخت بے مہری کہ بے مامے روی

پیر و برنا بستہ گیونے تو مست کردہ اہلِ دل را بُوے تو  
قبلہ دل کعبہ جاں کوئے تو اے تماشا گاہِ عالم رُوئے تو  
تو کجا بہر تماشا می روی

قلبِ ناشادانِ زیک حرفِ تو شاد تا ابد گلزارِ حُسن تازہ باد  
اے کہ دیدارِ تو نیلِ ہر مُراد گر قدم بر چشمِ من خوانی نہاد  
دیدہ بر رہ می نہم تا می روی

اے وجودِ درِ حسیناں معتبر چہرہ تو باعثِ عیدِ نظر  
آنہ گوید کہ اے رشکِ قمر گر تماشا می کنی در خود نگر  
کے بخوشتر زیں تماشا می روی

تُو کہ در خوبی زِ خوباں برتری خود بجاپِ حُسنِ خود را می دری  
بے نقاب از چشمِ عالم بگذری رُوئے پنہاں دارد از مردمِ پری  
تو پری رُو آشکارا می روی

جان و دل ہموارہ خاطرِ خواہِ تست وین نصیرِ خستہ خاکِ راہِ تُست  
ہمچو او صد بندہ درگاہِ تُست دیدہ سعدی و دل ہمراہِ تُست  
تا پنداری کہ تنہا می روی

## خمسه بر غزل مولانا ہلالی آستر آبادی

از حُسن تو اُفتادہ چہ شورے بہ زمانہ      عالم ہمہ جویائے تو اے دُرِ یگانہ  
 ہر کس ز تو دارد بہ لبِ خویش فسانہ      اے تیرِ غمت را دلِ عُشاق نشانہ  
 خلقے بتو مشغول و تو غائب ز میانہ      فارغ شدہ از عِزت و ناموسِ شمانہ  
 از درو تو دارم بہ دلِ خویش خزانہ      مجنوں صفتم در بدر و خانہ بخانہ  
 فرہاد و شمع بہر تو شیرین زمانہ      شاید کہ بہ بینم زرخِ لیلے بہ بہانہ

دیوانہ تو ہستم و بیگانہ ز غَیرم      مانند صبا بہر تو اے لالہ! بہ سیرم  
 در ذوقِ تمنائے تو پڑاں شدہ طَیرم      گہ معکلفِ مسجد و گہ ساکنِ دَیرم  
 یعنی کہ تَرَامی      طلبم خانہ بخانہ

با طعنہ و تشنیع مرا نیست سروکار      گردم پئے آں یار بہر کوچہ و بازار  
 باشد کہ رسم در حرمِ دوست بہ یکبار      حاجی بہ رو کعبہ و من طالبِ دیدار  
 اُو خانہ نمی جوید و من صاحبِ خانہ

بنگر بہ نصیرِ آں کہ شہیدِ کرمِ تُست      آسودگی اُو ز نویدِ کرمِ تُست  
 مایوسِ مگرداں کہ بعیدِ کرمِ تُست      تقصیرِ ہلالی بامیدِ کرمِ تُست  
 یعنی کہ گنہ را بہ ازیں نیست بہانہ

## خمسہ بر غزل ابوالمعانی میرزا عبدالقادر بیدلؒ

بہ طوفان ہائے دریا گوہر غلطل شود پیدا    بشام تیرگی ہا کوکب رخشاں شود پیدا  
پس از صد خار، بر شائے گل خنداں شود پیدا    کجا الوانِ نعمت زیر بساط آساں شود پیدا  
کہ آدم از بہشت آید بروں تا ناں شود پیدا

چرا در کسب آں ہر دم کنی تو سعی لا حاصل    بالآخر تا کجا حرص کنی چوں مرد لا یعقل  
چنین وش از فریب او فرومانی، چو خر در گل    تمیز لذت دُنیا ہم آساں نیست اے غافل  
چو طفلانِ نوں خوری یک عمر تا دنداں شود پیدا

بہ جز ناکامی و حسرت نیابی ہیچ در دُنیا    ازیں منزل گہ حرص و ہوا بر بند محمل را  
مبادا در جہاں از الفتِ ہستی شوی رسوا    اماں خواہ از گزندِ خلق در گرمِ اختلاطی ہا  
کہ عقرب بیشتر در فصل تابستان شود پیدا

سحابِ تیرہ غمما بہ گیتی آسماں آرد    زیارانِ حوادثِ اہلِ عالم را بیازارد  
بہ کشتِ جانِ دول ابرِ مصائب پے بہ پے بارد    بنائے وحشتِ این کمنہ منزلِ عبرتے دارد  
کہ صاحب خانہ گر پیدا شود، مہماں شود پیدا

نصیر از درد و غمماے زمانہ گشتہ ای لبمل    زحقِ رحمتِ طلب در گردشِ دوراں برائے دل  
براہِ منزلِ حُسنِ حقیقتِ شو گراں محمل    رویفِ بارِ دُنیا رنجِ عُقبیِ ساختنِ بیدل  
زگاد و خرخی آید، مگر انساں شود پیدا



## خمسہ بریک غزل فارسی

پیکرِ اعجاز! قربانت شوم گوہرِ ممتاز! قربانت شوم  
گلبنِ صد ناز! قربانت شوم اے بُتِ طنّاز! قربانت شوم  
اے سراپا ناز! قربانت شوم

حُسنِ بے انہاز! بنما جلوہ اے شاہِ خوباں! باز بنما جلوہ اے  
باہزاراں ناز، بنما جلوہ اے تُو بہ ہر انداز بنما جلوہ اے  
من بہ ہر انداز قربانت شوم

رُوئے خوبِ تو پسندِ جان و دل دُوریت و جہرِ گزندِ جان و دل  
تارِ مُوئے تَستِ بندِ جان و دل حلقہٴ زلفتِ کمندِ جان و دل  
اے کمندِ اندازِ قربانت شوم

در رہتِ استادِ کامیدم، ولے جَبّہٴ را ہر چند سائیدم، ولے  
بر کرِ مہائے تو نازیدم، ولے گردِ کُویتِ من بگردیدم، ولے  
ایں چنّیں من باز، قربانت شوم

من نصیرِ عاجزم، غوثِ جلی! بے نوا و ناقصم، تُو کاملی  
دستِ تو دستِ نبیؐ دستِ علیؑ اے کہ پائے تو بدوشِ ہر دلی  
اے بیائے ناز، قربانت شوم

## خمسہ بر غزل یکے از اہل نسبت

با غم و دردِ محبت سر و کارے دارم      ہست صد داغ بہ دل 'باغ و بہارے دارم  
عزّ شایہ برہش گرد و غبارے دارم      قصرِ جنت چہ کنم کوچہ یارے دارم  
ترسِ دوزخ چہ کنم رُوئے نگارے دارم

نقش بر لوحِ دلم شد خد و خالِ لیلی      وقف شد دیدہ شوقم بجمالِ لیلی  
از خودم بے خبر و محوِ خیالِ لیلی      ہچو مجنوں بہ تمنائے وصالِ لیلی  
روز و شب چشمِ سُوئے ناقدِ سوارے دارم

اُونہاں در دل و من خانہ بخانہ جویم      پا ز سر ساختہ و راہِ محبت پویم  
ہستیم نیست شدہ ، عکسِ جمالِ اُویم      ہچو منصورِ زماں فاشِ انالِحق گویم  
شکر صد شکر کہ سر لائقِ دارے دارم

دیگراں راست بدلِ حسرت و داغِ جنت      من ندارم سرِ سودا و دماغِ جنت  
نے مرا فرصتِ نار و نہ فراغِ جنت      ہچو زاہد نہ کنم خواہشِ باغِ جنت  
خوشتر از باغِ جنان کوچہ یارے دارم

اے نصیر از دلِ من محو شدہ رنج و خوشی      دارم از خلقِ جہاں وحشت و بیگانہ وشی  
روز و شب من بہ تمنائے رسولِ قرشی      می روم ؛ نالہ کنم مثلِ بلالِ حبشی  
شوقِ پا بوسی آں ناقدِ سوارے دارم

## خطاب بہ مسلم فرنگی منش

اے مسلم از افرنک وز بد مذہبیاں خیز      با جذبہ حُب نبویٰ نعرہ زناں خیز  
اے زندہ دل از محفلِ افسردہ دلاں خیز      تا چند بہ خاکِ درِ دُوتانِ جہاں خیز  
گر صلح نہ ورزند بہ شمشیر و سناں خیز  
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

در سینہ تو جلوہ یک ذات نہانت      از چشمکِ تو کون و مکاں لرزہ بہ جانست  
از قوتِ بازوئے تو شورے بہ جانست      ہر طفلِ دبستانِ تو مردِ ہمہ دانست  
در شوقِ طوافِ حرم حق نگراں خیز  
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

از وضعِ فرنگی چو زناں مستِ خرای      بر شیوہٴ اسلافِ کئی تند کلائی  
اے وائے بہ بیگانہ شدی ناصر و حای      بر پشتِ نہادی روشِ روی و جامی  
بابائِ یقیں از قفسِ وہم و گماں خیز  
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

گفتارِ عبثِ مشغلہٴ روز و شبِ تُست      در نقلِ سخن ہائے متیں بستہ لبِ تُست  
مردودِ خردِ شیوہٴ ترکِ ادبِ تُست      برگشتہ ز اسلافِ طریقِ طلبِ تُست  
از آتشِ آفاتِ تَرَدُّد، چو دُخاں خیز  
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

در عهدِ سَلَفِ مَوَمِنِ دل صاف تُو بودی      بر چرخِ ستم نیرِ انصاف تُو بودی  
 آئینہ حقِ بینِی اسلاف تُو بودی      القَصَّہ کہ مجموعہ اوصاف تُو بودی  
 اکنون چہ شدتِ اے خلفِ زندہ دلال! خیز  
 از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

بر خیز! کہ بر تو دگراں خندہ زنانند      ہشیار! کہ در راہ تو اشارِ نہانند  
 زہار! تَر تا بہ تملق نہ نشانند      بیدار! کہ در حقِ تو سرگرم زیانند  
 اے قافلہ سالارِ خرد! قافلہ راں خیز  
 از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

از بحرِ طلبِ گوہرِ عرفاں بہ کف آؤر      اے مردِ خدا! ہمتِ مرداں بہ کف آؤر  
 اے بندہٴ زُر! مایہٴ ایقاں بہ کف آؤر      فقرِ عمر و بود و سلماں بہ کف آؤر  
 با نقدِ نظر در طلبِ حقِ منشاں خیز  
 از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

میراثِ ہیمبرِ زر و دینار و درم نیست      اے منعمِ دیں! درخورِ تو حرصِ نعم نیست  
 شایانِ تو محتاجِ اربابِ کرم نیست      شائستہٴ ذاتِ تو بہ جز دُرِ حکم نیست  
 اے بندہٴ تن! خیز پئے راحتِ جاں خیز  
 از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

بے حُرمتی دیں ز کج اندیشی ذات  
لرزاں بہ رہِ ذوقِ یقیں پائے ثبات

اے شیر ! ز رُوباہِ مزاجاں جہاں خیز  
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

ایماں طلبی ، از روشِ دہرِ حذر کن  
خاکِ رہِ اربابِ نظر کُلِ بصر کن

بر بے ہنری غزہ مشو ! کسبِ ہنر کن  
دامانِ نظر پُر ز تجلّائے نظر کن

اے بلبلِ لب بستہ ! دے زمزمہ خواں خیز  
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

دوش تو ز تقدیرِ امانت تر بارے  
شمس و قمر از شعلہ تو جستہ شرارے

خارِ چمنِ رُوکشِ صد رنگِ ہمارے  
افلاک بہ راہت اثرِ گرد و غبارے

با عزمِ مصمم پئے تسخیرِ جہاں خیز  
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

اے کم نظر آں عفت و تطہیر کجا شد  
فریادِ سحر ، نالہ شہگیر کجا شد

آں نورِ یقیں در حقِ تقدیر کجا شد  
آں دبدبہ و صولت و توقیر کجا شد

اے شعلہ سیالِ عمل ! شعلہ بہ جاں خیز  
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

## برائے ذوق دانشورانِ علم و فن

خوش است کاکل و چشم و دو ابروئے دلبر	یکے کند و دُوم زرگس و سُم خنجر
بود برائے دلم	یکے بلا و دُوم فتنہ و سُم محشر
بہ چشمِ اہل وفا	یکے قشنگ و دُوم دلکش و سُم خوشتر
چہ بست بہرِ زناں	یکے حیا و دُوم عصمت و سُم چادر
بہ شرعِ مصطفوی	یکے طراز و دُوم زینت و سُم زیور
برائے مرد بود	یکے جہاد و دُوم نصرت و سُم کشور
چہ خواہد از مرداں	یکے حنین و دُوم خندق و سُم خیبر
طلب کند ز سپاہ	یکے حسین و دُوم جعفر و سُم حیدر
بہ رزم تیر و سناں	یکے شجیع و دُوم اشجع و سُم صفدر
ز جنگ جو خواہد	یکے خروج و دُوم طاقت و سُم لشکر
دہد بہ اہل وفا	یکے شعور و دُوم جرأت و سُم رہبر
بہ غازیان باشد	یکے سلاح و دُوم مغفر و سُم معبر

بود بچشمِ عدو      یکے خدنگ و دُوم دشنہ و دُوم نشتر  
 فرو برد در دل      یکے نگاہ و دُوم قربت و دُوم دلبر  
 بیاد می آرد      یکے شراب و دُوم ساقی و دُوم ساغر  
 بہ چشمِ میخواراں      یکے عقیق و دُوم لولوء و دُوم گوھر  
 بہ حُسن می باشد      یکے حُسین و دُوم احسن و دُوم بہتر  
 بہ دیدہ بلبل      یکے بہار و دُوم جلوہ و دُوم منظر  
 ز رُوتے جوہر خویش      یکے لطیف و دُوم انظف و دُوم اطہر  
 چہ ہست در تخلیق      یکے زلال و دُوم زمزم و دُوم کوثر  
 بہ نزدِ تشنہ لبان      یکے معاد و دُوم مرکز و دُوم محور  
 برائے امتیاز      یکے کتاب و دُوم سنت و دُوم سرور  
 نصیر! در عرصات      یکے معین و دُوم شافع و دُوم یاور  
 نوٹ :- ہر شعر کا مصرعِ اول سابقہ شعر کے دوسرے مصرع کے الفاظ یکے دُوم اور سوم چھوڑ کر باقی  
 ماندہ الفاظ کے مرکبِ عاطفہ سے تشکیل پاتا ہے اور نظم کے آخر تک یہ تسلسل برقرار رہتا ہے  
 (نصیر)

## قلمرو نعت

کے نامور شاعر اور میرے کرم فرما بزرگ دوست جناب حافظ مظہر الدین صاحب مظہر کی یاد میں

مظہر الدین ، نعت گوئے نامور	محرم رمز سخن ، عالی نظر
سینہ اش عشقِ نبیؐ را جلوہ گاہ	آں حق آگاہ و معارف دستگاہ
کرد بلا در ادب معیارِ نعت	اشک ہائش غارِ رُخسارِ نعت
داشت کیفِ نعت خوانی مُستقل	نعرہ زن با درومندی ہائے دل
آں ہمہ سوز و ہمہ ذوق و سرور	جان او سرمایہ اندوزِ حضور
دامش از اشکھا ہموارہ تر	ذکر و فکرش بدحتِ خیر البشر
در نگاہ او جمالِ مُصطفیٰ	ذہن او محو خیالِ مُصطفیٰ
شادماں اندر شنائے شاہِ دیں	بود مقصودش رضائے شاہِ دیں
دیدمش در یادِ احمدِ نعرہ زن	ہم بہ تنہائی و ہم در انجمن
منقطع بود از علائقِ رشتہ اش	گشتہ از اربابِ ثروت و دستکش
داشت عجز و انکسارِ برملا	با غلامانِ رسولِ مجتہد
چشمِ لطف از فقر جاہاں داشتہ	اجتناب از کج کلاہاں داشتہ
ربط با رُوی و جائی بیش داشت	بدحتِ محبوبِ داور، کیش داشت
بود مظہر بلبِ بُستانِ عشق	ہر سہ دیوانش بہ نعت ایمانِ عشق
نام او لا فانی از آثارِ نعت	چہرہ اش تابندہ از انوارِ نعت
لطفِ ختمِ المرسلین را مظہرے	لامعاتِ سینہ او خاورے

السلام اے آستانِ یوسِ رسول

السلام اے واردِ بابِ قبول



## نخواندہ کتاب باب جبریل

مجموعہ نعت جناب حافظ مظہر الدین صاحبؒ مظہر

از من پذیر التماسے	اے تکتہ ورے ، سخن شناسے
صاحب نظری بہ فکر لغزی	کز جادۂ منصفی نہ لغزی
فکر تو کلید باب معنی	ذہن تو دقیقہ یاب معنی
کال خاصۂ طبع ارجمند است	بس مرتبہ سخن بلند است
در اخذ نکات باشد استاد	ہر ذہن رسا و طبع وقاد
چون تندے سے جگرگذاز است	انداز سخن نوائے راز است
فرق سخن است و بے زبانی	در مُردہ و زندہ گر بدانی
داند نگہ ادب نوازاں	قدر سخن و سخن طرازاں
در راہ ادب یگانہ مرد است	مظہر کہ بہ ذوق و شوق فردا است
درویش نواز ، درد مندے	آں حق نگرے و حق پسندے
باج کلباں بہ ناز بیش است	پیش فقرا نیاز کیش است
نفرت ز قلندر اں ندارد	رغبت بہ سکندراں ندارد

شعرش را پایہ ایت عالی  
 کیفیتِ نغمہ ہائے شیریں  
 در معرضِ فکر و فنِ امینم  
 آن طرفِ تنور و ادیب است  
 مدحتِ گرِ خاتمِ النبیین  
 آن کو بہ رُسلِ امام و سرور  
 ممتاز بہ شانِ حقِ نمائی  
 ہم شمعِ جمالِ بزمِ امکاں  
 سرتاجِ پیمبراں ، حقِ آگاہ  
 شاہیکہ جلیلۃُ القُدم است  
 یارب! نگرم چہ طُرفِ منظر  
 آن را بہ حریمِ لطفِ جاوہ  
 آہنگ ز جذبہٗ بلالی  
 دیدم بہ کلامِ مظہر الدین  
 شرحِ دہمت از انچہ بینم  
 دیوانہٗ جلوۂ حبیب است  
 سلطانِ وجود ، ہادیِ دین  
 ہم شافعِ اُمتاں بہ محشر  
 آن بندہ کہ می کند خدائی  
 ہم خلوتیِ حریمِ یزداں  
 دانائے رموزِ لی مع اللہ  
 ذاتیکہ مدینۃُ العلوم است  
 بابِ جبریل و دستِ مظہر  
 خیراتِ زخوانِ مصطفیٰ وہ

دارو بہ نصیرِ رسم و راہے

با آن ہمہ احتشام و جاہے

## یہ اشعار میں نے

تجزی و کتر سبط حسن رضوی کی ایک فارسی تصنیف کی تقریباً رو نمائی کے موقع پر کہے۔ یہ تقریب راولپنڈی میں مطلقاً ۱۹۷۰ء منعقد ہوئی۔ اس وقت میری عمر ۲۱ سال تھی۔ اس محفل میں دیگر دانشوروں اور اہل زبان حضرات کے علاوہ مصوٰر جذبات جناب جوش ملیح آبادی مرحوم اور میرے بزرگ دوست اور ملک کے نامور نعت گو شاعر جناب حافظ مظہر الدین صاحب مرحوم بھی جلوہ افروز تھے۔ ان سب حضرات نے ان اشعار پر مجھے بغیر کسی ٹیبل کے داد دی اور حق حق فہمی ادا کیا۔ (مصنف)

سہل باشد خامہ بر قرطاسِ تینیاں داشتن	مشکل است اما طبیعت را بجولای داشتن
نَوِ عروسِ فکر را دادنِ قبائے زر نگار	سلسبیلِ لُطَق را سر جوشِ طُوفان داشتن
استیاذِ اہلِ ہمت چہست از دُوس ہمتاں	رایتِ دانش بدستِ فکر جُنباں داشتن
گوہرِ معنیٰ بر آوردنِ ز دریائے خرد	سینہ را گنجینہٴ دُر ہائے غلطان داشتن
طوطی لب را بسازِ گفتگو دادنِ سرود	عندلیبِ مُہر بر لب را غزلِ خواں داشتن
حسروِ آفاقِ حکمت را نگوں آوردنِ است	خاورِ ادراک را اندر گریباں داشتن
زخمنِ ز انفاسِ گوہر ہائے عرفاں در کلام	زیر لبِ مثلِ صدفِ لَوُؤ و مَرجاں داشتن
آخمنِ شمشیرِ حق در رزمگاہِ کُفر و دیں	وقتِ حقِ گوئیِ زباں را تیغِ عریاں داشتن
از پئے سوزیدنِ حُسنائے باطلِ اساس	تالشِ برق و نگاہِ شعلہِ سماں داشتن
اقتباسِ از شعلہِ رویاں در ہجومِ تیگی	توبہٴ ثولیدہ را بر طاقِ نسیاں داشتن
رشتہٴ اُلفتِ گسستنِ یکسر از رُہادِ خشک	ہائے و ساقی و مُطربِ عمد و پیمیاں داشتن
با فغانے کائناتِ عقل را دادنِ بہاد	آتشِ عشقِ بتاں در سینہٴ پنہاں داشتن

نرم تر بودن به اہل دین ز انفاس نسیم  
 اکتساب فیض گویائی ز پیران سخن  
 امتحان فکر کردن بر عیار مصطفیٰ  
 اوّل از قعر زین بر خاستن با عزم نو  
 صحبت اہل حرم ورزیدن ، انا گاہ گاہ  
 با علی دل بستن و رفتن بہ منہاج حسین  
 شوق ارباب وفا دیدن بہ آداب نیاز  
 در حضورِ داورِ گیتی بوقت التجا  
 در هجومِ مُلحدانِ عصر و زندیقانِ وقت  
 لازم آمد بہر تخلیق مضامین بلند  
 دُکترِ سبطِ حسن رضوی کہ مساہِ من است  
 شہسوارِ عرصہ فکر ، آل ادیب نامور  
 جملہ اوصافِ نکوئی در نہادش مستتر  
 مظہرِ الدّینم بہ رضوی شد تعارف را سبب  
 بہت اعجازِ نگاہِ حیدرِ گردوں جناب  
 در نبرد کفر صد محشر بدامان داشتن  
 ارتباطِ علم با خیل جوانان داشتن  
 عقل را پابند ارشاداتِ قرآن داشتن  
 بازگامے بر سرِ پرچم و کیوان داشتن  
 از وسعِ المشرقی چشمے بہ رندان داشتن  
 در رگِ جاں گرمیِ خونِ شہیدان داشتن  
 حلقہ اہل محبت را فروزاں داشتن  
 قلب سوزاں ، جسم لرزاں ، چشم گریاں داشتن  
 با خدا بودن ، نظر بر دین و ایمان داشتن  
 طبع نیکان ، عقل خاصان ، اصل پاکان داشتن  
 خوش بود ذکرِ کتابش را بعنوان داشتن  
 چون انیس او را روا باشد بچشمش داشتن  
 می سزد او را قدم بر طورِ عرفاں داشتن  
 باشد استجا ذکرِ او حرزِ دل و جاں داشتن  
 ابرِ دانش را ز کلکِ فکر باران داشتن

نہستی از حلقہ اربابِ دانش اے نصیر

بر تو واجب خویش را چون عقل پنهان داشتن

## غزل بہ عنوانِ یادِ ماضی

نکل چکے ہیں خرد کی حدوں سے دیوانے  
 اب اہل ہوش سے کہہ دو نہ آئیں سمجھانے  
 بساطِ بزمِ اُلٹ کر کہاں گیا ساقی  
 فضا خموش ، سُبو چُپ ، اُداس پیانے  
 یہ کس کے غم نے دلوں کا قرار لُٹ لیا  
 یہ کس کی یاد میں سر پھوڑتے ہیں دیوانے  
 بھری بہار کا منظر ابھی نگاہ میں تھا  
 مری نگاہ کو کیا ہو گیا خدا جانے  
 ہے کون بر لبِ ساحل ، کہ پیشوائی کو  
 قدم اٹھائے بہ اندازِ موج ، دریا نے

تمام شہر میں اک درد آشنا نہ بلا  
 بسائے اس لئے اہل جُنوں نے ویرانے  
 نہ اب وہ جلوۂ یوسف نہ مصر کا بازار  
 نہ اب وہ حُسن کے تیور، نہ اب وہ دیوانے  
 نہ حرفِ حق، نہ وہ منصور کی زباں، نہ وہ دار  
 نہ کربلا، نہ وہ کلتے سروں کے نذرانے  
 نہ بلبلِ یزد، نہ شبلی، نہ اب جنید کوئی  
 نہ اب وہ سوز، نہ آہیں، نہ ہاؤ ہو خانے  
 خیال و خواب کی صورت بکھر گیا ماضی  
 نہ سلسلے نہ وہ قصے نہ اب وہ افسانے  
 نہ قدرِ داں، نہ کوئی ہم زباں، نہ انساں دوست  
 فضائے شہر سے بہتر ہیں اب تو ویرانے  
 بدل گئے ہیں تقاضے مزاج وقت کے ساتھ  
 نہ وہ شراب، نہ ساقی، نہ اب وہ میخانے  
 تمام بند جُنوں توڑ بھی گیا، لیکن  
 انا کے جال میں جکڑے ہوئے ہیں فرزانے

یہ انقلاب کہاں آسمان نے دیکھا تھا  
 اُلجھ رہے ہیں غم زندگی سے دیوانے  
 ہر ایک اپنے ہی سود و زیاں کی فکر میں ہے  
 کوئی تو ہو، جو مرے دل کا درد پہچانے  
 ترا وجود غنیمت ہے پھر بھی اے ساقی !  
 کہ ہو گئے ہیں پھر آباد آج میخانے  
 وہی ہجوم ، وہی رونقیں ، وہی میکش  
 وہی نشہ ، وہی مستی ، وہی طرب خانے  
 جنہیں کو در پہ ترے دکھ دیا یہی کہہ کر  
 یہ جانے اور ترا سنگِ آستانِ جانے  
 اُنھیں گے پی کے تری سے نواز آنکھوں سے  
 یہ طے کئے ہوئے بیٹھے ہیں آج دیوانے  
 ہے تیری ذات وہ اک شمعِ انجمنِ افروز  
 کہ جس کی کو پہ لپکتے رہیں گے پروانے  
 کوئی نشاط کا ساماں ، کوئی طرب کی سبیل  
 لگی ہیں پھر سر میخانہ بدلیاں چھانے

تُو بولتا ہے تو چلتی ہے نبضِ میخانہ  
 تُو دیکھتا ہے تو کرتے ہیں رقصِ پیہانے  
 یہ مستیاں نہیں جامِ وُسبُو کے حصّے میں  
 تری نگاہ سے پیتے ہیں تیرے دیوانے  
 نصیر! اشک تو پلکوں پہ سب نے دیکھ لیے  
 گزر رہی ہے جو دل پر، وہ کوئی کیا جانے



## بہاریہ

حسین، جمیل و شریکس جبین لالہ زار ہے  
 طلسم زر نگار پر جمی ہوئی ہے ہر نظر  
 جمال ہے فسوں ادا شباب، سحر بر ملا  
 نظر نظر کی جستجو قدم قدم پہ سُرخرو  
 سکون دل قرارِ جاں میں رنگ ہیں عجب عجب  
 روش روش پہ صف پہ صف کھلے ہیں پھول ہر طرف  
 یہ چاندنی وہ نسترن یہ روشنی وہ بانگین  
 نہ ہوش ہے اکاس میں نہ سرو ہیں حواس میں  
 نہال صورتِ عروس ہیں شریک سر خوشی  
 یہ قمریوں کے ولولے یہ چچھے یہ قہقہے  
 جگہ جگہ خود آپ ہی رواں ہے جوئے شیر بھی  
 فنا فنا ملال و غم کدورتوں کے سر قلم  
 زہے مذاقِ سوزِ دل زہے کمالِ آب و گل  
 چنار میں یہ سوزِ تن یہ آتشِ آفریں لگن  
 فضا فضا ادا ادا طلسم زر نگار ہے  
 زہے جمالِ معتبر شباب ہے، نکھار ہے  
 نفس نفس ہے دل فدا نظرِ نظرِ نثار ہے  
 نشاطِ کیفِ رنگ و بو، سکون ہے قرار ہے  
 کہ دیکھ دیکھ کر جنہیں سحر بھی شرمسار ہے  
 شجر شجر ہے زر بکف کلی کلی بہار ہے  
 ہر ایک نور پر بہنِ غریب دل شکار ہے  
 ہرے ہرے لباس میں جہانِ سبزہ زار ہے  
 مزے اڑاؤں کیوں نہ میں رواں ہر آبشار ہے  
 یہ خوش سماں یہ زمزمے نظامِ کردگار ہے  
 نہ کوہ کن یہاں کوئی، نہ کوئی کوہسار ہے  
 نہ گرد شاملِ قدم نہ راہ پر غبار ہے  
 زہے مزاجِ مشتعل شررِ فشاں چنار ہے  
 شعاعِ مہر خندہ زن قطار در قطار ہے

بڑھی ہوئی ہیں فرحتیں مٹی ہوئی ہیں کفایتیں  
 خزاں پہ اوس پڑ گئی، لٹی مٹی، اُجڑ گئی  
 ہے بُوئے گل طرب فزا ہے جوشِ مِل کی انتہا  
 ترنگ ہے اُمنگ میں اُمنگ ہے ترنگ میں  
 یہ مطربانِ خوش گلو یہ دلنواز آپ جو  
 عہ فلکِ زمین پر بھی ہے بزمِ طرفہ تر  
 اس انجمن کی روح تُو تجھی سے اس کی آبرو  
 چراغ کی ضیا تھی ضیا کی ہر ادا تھی  
 تجھے میں اختیار سب دلوں میں ہے تری طلب  
 شعور تُو شباب تُو مُردور تُو شراب تُو  
 یہ برق یہ شرار کیا عطا تری، کرم ترا  
 قدر میں اب کچھ نہیں سہو کا خواب کچھ نہیں  
 سوال سے غلط غلط خیال سے غلط غلط  
 نہ کم زیادہ چاہیے نہ سادہ سادہ چاہیے  
 نہیں نہیں کا طول مند، نہیں کی ہے فضول مند  
 یہ رونقیں یہ رُہتیں سحابِ مشک بار ہے  
 بہارِ دستِ قدرتِ خدا کا شاہکار ہے  
 بیا بیا کہ ساقیا ترا ہی انتظار ہے  
 صدا زباب و چنگ میں سکوں سے ہمکنار ہے  
 بہ قدرِ شوق و آرزو نوا بلب ہزار ہے  
 عیاں نہاں ادھر ادھر تمام نور و نار ہے  
 ترے ہی دم سے چار سُو بہار ہے وقار ہے  
 دلوں کا مدعا تھی، تجھے ہر اختیار ہے  
 زمانے بھر میں روز و شب تھی تو جلوہ کار ہے  
 اگر ہو بے نقاب تُو، تو برق ہے شرار ہے  
 فرازِ طور ریزہ ریزہ ہو کے پُر وقار ہے  
 شرابِ ناب کچھ نہیں کہے یہ سازگار ہے  
 جمال سے غلط غلط جمال سے، شمار ہے  
 وہ روحِ بادہ چاہیے جو روحِ حُسن یار ہے  
 نہیں کی بے حصول مند، نہیں کا لفظ خار ہے

نظر ملا ، ملا نظر کہ روح کو سکوں ملے  
 بسا بھی دے مکانِ دل عطا ہو لطفِ مستقل  
 نظر ملے نظر سے جب تو میں کہوں بصد ادب  
 دل و نظر پہ چھائے جا' لٹھائے جا' لٹھائے جا  
 ورق ورق ورق ورق یہی ہے اب مرا سبق  
 مدام یوں پیوں گا میں یہ چاکِ دل سیوں گا میں  
 سحر کا سحر بھی مجھے اسیرِ دام کیوں کرے  
 گرفتِ فطرتِ حسین کوئی مذاق تو نہیں  
 قدم اٹھاؤں کس طرح نکل کے جاؤں کس طرح  
 یہ مہوشی ، یہ چاندنی ، یہ سادگی ، یہ دلبری  
 یہ شبنم اور تابشیں یہ تابشوں سے رونقیں  
 سرورِ جاں ہے بُوئے گلِ نشاطِ دل ہے رنگِ مِل  
 نفسِ نفس کے تار کی ہے دم بہ دم صدا یہی  
 مجھے پلا ، مجھے پلا کہ دل کو اضطراب ہے  
 بہت زیادہ مضمل مشامِ جانِ زار ہے  
 یہی ہیں میرے روز و شب یہی مری پکار ہے  
 پلائے جا ، پلائے جا ، بہار ہے ، بہار ہے  
 نہ یہ الم نہ وہ قلق نہ کوئی خلفشار ہے  
 پیوں گا میں جیوں گا میں یہی مرا شعار ہے  
 غرض نہیں فرار سے کہاں رہ فرار ہے  
 عجب جنوں ہے دلنشیں عجیب دھن سوار ہے  
 رہائی پاؤں کس طرح کہ عشق اک حصار ہے  
 یہ نازکی ، یہ تازگی ، نشاطِ روزگار ہے  
 برس رہی ہیں نکلتیں پھوار ہی پھوار ہے  
 سرورِ گلِ نشاطِ گلِ نفسِ نفس کا تار ہے  
 گواہ ہے کلی کلی بہار پاکدار ہے

ادھر ادھر یہاں وہاں نئے ہیں ڈھب نیا سماں  
 خزاں کی فتنہ جُو ہوا چلے تو باغ میں ذرا  
 کمالِ فنِ باغیاں نظامِ شاخسار ہے  
 ہر ایک موجِ فصلِ گل، ادائے ذوالفقار ہے  
 یہ اہتمامِ انجمن، یہ انصرامِ انجمن  
 یہ صبح و شامِ انجمن، خوشی کا اشتہار ہے  
 نمائشوں کی دل کشی نہ کائنات گن سکی  
 گئے گا کیا بھلا کوئی عبثِ غم شمار ہے  
 زمانہ دیکھ دیکھ کر ہوا ہے محوِ بام و در  
 ہر ایک سمت رونقیں ہیں رنگ ہے نکھار ہے  
 ہے میرے ذوق و شوق کی تمام زندگی یہی  
 مرے لیے یہ زندگی حسین و خوشگوار ہے  
 یہ جتنے رخ ہیں جلوہ گردِ دام انہیں ہے سرسیر  
 کسی کو ہو نہ ہو مگر مجھے تو اعتبار ہے

گمں کے غم سے کوئی شکوک میں رہے کوئی  
 نصیر کچھ کہے کوئی بہار پھر بہار ہے

## قصیدہ رزمیہ در مدح عراق

ہو سکتا ہے بعض لوگوں کو صدر صدام سے کسی قسم کا اختلاف ہو، مگر میں نے یہ اشعار صرف اس لئے کہے تھے کہ اُس وقت صدر صدام نے امریکہ کے مقابلے میں ثابت قدمی کا ثبوت دیا۔ اُن کی اس جرأت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے بغداد شریف، کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف میں مدون ہستیوں کی اہمیت اجاگر کرنے کی کوشش کی کیونکہ سر زمین عراق ہماری عقیدتوں اور محبتوں کا مرجع بھی ہے۔

طلوعِ مہر سے دامانِ شب ہوا زرتار  
مگر ہے بار نگاہوں پہ صبح کا اُخبار  
ورقِ درق پہ جمی سُرخیاں لہو کی ہیں  
سیاہ پوش ہر اک سطرِ مثلِ ماتم دار  
جھلک ہے گرتے ہوئے آنسوؤں کی لفظوں میں  
ہر ایک حرفِ کشیدہ بنا لہو کی پُھوار  
اجلِ گرفتہ کی گردن میں جیسے طوقِ رَس  
یہ دائرے ہیں کہ حلقے بہ دیدہ بیمار  
کوئی بتاؤ سحرِ اس قدر اداس ہے کیوں  
کوئی تو بولے کہ کیا مجھ کو ہو گیا یکبار  
صدا یہ آئی کہ شاید سُنی نہیں تُو نے  
جو رزم گہ سے چلی آرہی ہے چیخ، پکار  
چمک رہی ہے غریبوں کے سر پہ برقِ ستم  
خدا بنے ہوئے بیٹھے ہیں آج دنیا دار  
بنے امیرِ ضعیفوں کو لُوث کر ظالم  
کہ سُراٹھاتا ہے تکلوں کے سر پہ شعلہ نار  
بہم گلے سے ملے ہیں یہود و آلِ سعود  
خدا کی شان کہ سبجا ہیں آج لیل و نهار  
وہ شر جن کی ہوائیں تھی کل حیات افزا  
بنے ہوئے ہیں وہی آج بیکسی کا مزار  
حسینؑ ہوں کہ وہ پیرانِ پیڑ ہوں کہ علیؑ  
وہ کربلا ہو کہ بغداد یا نجف کا دیار  
حیات میں بھی رہے موردِ غم و آلام  
نبیوں کی زد میں پسِ زیست بھی ہیں ان کے مزار

عراق ! اے چمنستانِ اولیائے کبار

تری زمین کے ذرے ہیں نوکشِ اقدار

سلام تجھ پہ ہو اے مادرِ زمینِ فرات      کہ تیری کوکھ نے پیدا کیے بڑے شہکار  
ہیں تیری خاک میں مدفون کتنی تہذیبیں      تری نگاہ سے گزرے ہیں سینکڑوں ادوار  
میں اس لیے تری عظمت کو بھیجتا ہوں سلام      کہ تُو ہے مولدِ اقطاب و مدفنِ اخیار  
وہ آفتاب تری گود میں ہیں خوابیدہ      ضیا نواز رہی جن کی ذات، سلسلہ وار  
ہوئی حیاتِ بسر جن کی علم و عرفاں میں      جو یادِ حق میں رہے بالعشی و الایکار  
ائمہ و علماء و مشائخ و فقہاء      عوارف و ضلحاء و عوابد و ابرار  
حسینؑ و کاظمؑ و عباسؑ و حیدرؑ و مسلمؑ      ابو حنیفہؒ و حلاجؒ و یوسفؒ و قضاؒ  
جنیدؒ و سقطیؒ و معروفؒ و ادھمؒ و احمدؒ      شابؒ و شبلیؒ و پیرانِ پیرؒ قطبِ مدار  
لکھے ہیں کلکِ بقائے ترے نقوشِ جلی      مٹا سکے گا نہ دستِ ستم ترے آثار  
خدا کرے کہ نہ اُڑیں تری بھری گلیاں      خدا کرے کبھی سونے نہ ہوں ترے بازار  
نہ چھو سکے ترا آنجل کسی یزید کا ہاتھ      کھڑا رہے ترے سر پر حسینؑ، بن کے حصار  
کسی شگفتہ کلی کو بڑی نظر نہ لگے      نصیب ہو تجھے بچوں کا یہ بھرا گھر بار  
خدا کرے کہ سلامت رہے ترا ہر شہر      بموں کی زد میں نہ آئیں ترے در و دیوار  
نکھی رہیں ترے اپنے، دکھی رہیں دشمن      جی رہے تری محفل، سجا رہے دربار  
خود اپنی آگ میں جل کر ہی راکھ ہو جائے      نہ کارگر ترے دشمن کا تجھ پہ ہو کوئی وار

وہ مروحق، وہ جری، نام جس کا ہے صدام

وہ آسمانِ شجاعت کا مہرِ پُر انوار

جو آفتاب کی صورت طلوع ہوتے ہیں ہمیشہ رہتی ہیں تنہائیاں انہیں کا شعار  
 بجوم غیر سے سورج کو اس لیے نہیں ربط کہ ہے وہ اپنے بجوم وجود سے دوچار  
 جو تُو زمیں پہ، تو سورج فلک پہ ہے تنہا نہیں یہ امر کسی کی نظر میں باعثِ عار  
 تُو رہ گیا ہے اکیلا اگر، تو غم کیا ہے قوی ہیں نصرتِ حق سے ترے یمین و یسار  
 یہ مصلحت ہے کہ ہے امتحانِ فطرتِ گل کہ اس کے پہلو میں رکھا گیا ہے لشکرِ خد  
 عظیم لوگوں کے ہوتے ہیں امتحاں بھی عظیم صلاحیت کے مطابق دیئے گئے کردار  
 ہزار کانٹوں پہ بھاری ہے ایک ریشہ گل نہیں ہے فتح کا کثرت پہ صرف دار و مدار  
 زباں درازی اعداء سے مضحک مت ہو کہ چوٹ کھاتے ہیں پتھر کی باثمر اشجار  
 حسد، دلیل ہے محسود کے مدارج کی عیاں نمودِ خزاں سے ہوا وجود بہار  
 نہ ہوں صفات تو ممکن نہیں حسد کا عمل کھلا حسد سے کہ ہیں خفیہ معترف، اغیار  
 دعائیں تیرے لیے کر رہا ہوں مدت سے میں روزِ پڑھ کے و من شَرِ حاسدِ تنو بار  
 ہوئے ہیں ذہن منور ترے تصور سے ہوئے ہیں خیال نے دل کر دیئے گل و گلزار  
 ترا وجود غنیمت ہے دوستوں کے لئے ترا حضور ہے دشمن کے سر پر اک تلوار  
 ہوئے ہیں آج صفِ آرا جول کے حق کے خلاف فرگیوں پہ خدا کا غضب، خدا کی مار  
 ترے جلال سے خائف ہوا ترا دشمن لرز اٹھا تری تدبیر سے دلِ اشرار  
 خدا کے قبر کی تصویر ہے غضب تیرا ہوئے ہیں ایک تری ضرب سے کئی، فی النار  
 نہ ہو ملول مصائب کے گھپ اندھیرے میں سحر کرے گا شبِ غم کی فالقِ الاسرار  
 نہیں مصائب و غم مرد کے لئے تو ہیں کہ تھی رسول کی کئی حیات بھی دشوار  
 جگا رہی ہے مسلمان کی خفہ غیرت کو تری نوا، تری لشکر کشی، تری لاکھ

تمیز، امرِ ضروری ہے حق و باطل میں  
 رہا نہ دین تو کیوں کر رہیں گے دنیا میں  
 ہے اہل دین سے تعاون، علامتِ ایمان  
 دلیل سورہ توبہ کی روشن آیت ہے  
 کٹھن نہیں کسی دشمن سے دوستی کرنا  
 جو کام آئے اڑے وقت میں، وہ ہے ساتھی  
 وہ کم نظر ہیں جو طاقت کا ساتھ دیتے ہیں  
 خبر ہو خاک اُنہیں حرفِ حق کے اعلاء کی  
 بنام امن جو خلقِ خدا کے قاتل ہیں  
 یہ بات سچ ہے کہ تیری نبردِ کاری نے  
 بہ زعمِ خویش سمجھتے تھے جو خدا خود کو  
 نہ ہو اُداس فلسطین کی اے فُردہ زمیں!  
 خدا ہی ہے کہ جو دے فتح حق کو، باطل پر  
 حسد کی آگ میں جلتے رہیں یونہی حاسد  
 نفسِ نفس میں رہے حبِ مصطفیٰ کی مہک  
 خدا کرے تری قسمت میں ہو نویدِ ظفر  
 طفیلِ سیدِ کونین و اِلہِ الا الطہار

ترے سخن سے بھی صدائیت جھلکتی ہے

نصیر! تجھ کو مبارک! یہ جرأتِ اظہار

(۲۵ رجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۹۹۱ء)



## آزاد نظم

یاد ہے اب تک مجھے وہ زندگی کی سرد شام  
 ادھ جلے پیڑوں کے پیچھے چاند گمنایا ہوا  
 سرد بریلی ہوا  
 پیڑ، جیسے تھر تھراتے جسم  
 اور ہر جھونکے پہ اکھڑی اکھڑی سانسوں کا گماں  
 اک قیامت کا سماں!  
 اور جیسے میں بھی اک آوارہ جھونکے کی طرح  
 اِس فضا پر چھا گیا!

اور پھر اک بار وہ سرما کا سورج  
 تیز کرنوں کو جلو میں لے کے نکلا شرق سے  
 لمحہ لمحہ سرخ لاوے کی طرح  
 پھیلتا، بڑھتا ہوا!  
 کوئلیں پھوٹیں تو دِلہن کی طرح سجنے لگا ہر شاخسار  
 ہر روش پر اک بہار

کاروانِ شوق اک منزل پر آکر رُک گیا!  
 چُپکے چُپکے پھر وہی بریلی راتوں کے قدم  
 وادیوں نے کوہساروں نے سُنی اُن کی دھمک  
 یورشِ دورِ خزاں کو بادِ باراں کی نمک  
 اور پھر آنکھوں نے دیکھا  
 پتہ پتہ ٹوٹ کر بکھرا ہوا ہے خاک پر  
 پھول مُرجھانے لگے  
 نکلی شاخوں نے فضا کو اور ویراں کر دیا  
 سرد راتیں اور اُس کے بعد پمیلی سحر  
 موسمِ گل اور پھر فصلِ خزاں  
 زندگی کے رازِ سرِ بستہ کی ہیں مُملکِ خبر!

واضح ہو کہ یہ نظم بعض احباب کے اصرار پر کسی گئی ورنہ ط  
 مانیو دیم بدیں مرتبہ راضی غالب

(تصیر)

## عظمتِ عقلِ انسانی

اے خرد! صبحِ ادب، فخرِ سخن، نازِ قلم، غارِ چہرہ، قرطاس و نگارِ عالم  
 فخرِ اسکندر و دارا و کے و خسرو و جم، ناقد و نکتہ ور و مدرکِ اسرارِ قدم  
 شوق کو رنگ دیا، ذوق نکھارا تُو نے  
 گیسوئے لیلیٰ فطرت کو سنوارا تُو نے

تیرے دم سے ہے گلستانِ تخیل میں بہار، تیرے جلوے سے ہوئے دشت و بیاباں گلزار  
 تجھ سے ہے زمزمہ و نغمہ و گلبانگ ہزار، تُو نہ ہو جلوہ فروزاں تو ہے انساں بیکار  
 کون ایسا ہے کہ جس پر ترا احسان نہیں  
 تجھ سے پھر جائے جو انسان، وہ انسان نہیں

علم دیں، علم یقیں، علم فلک، علم کتاب، موجِ گل، موجِ صبا، موجِ طرب، موجِ شراب  
 ذوقِ دل، ذوقِ نظر، ذوقِ طلب، ذوقِ شباب، حسنِ ظن، حسنِ گماں، حسنِ بیباں، حسنِ خطاب  
 ان کے اسرار بتائے تو بتائے تُو نے  
 یہ جابات اٹھائے تو اٹھائے تُو نے

تیرا ظاہر ترے باطن کی طرح ہے بے داغ، جستجو سے تری ملتا ہے حقیقت کا سراغ  
 تو جلاتی ہے جمالت کے اندھیروں میں چراغ، تیرا ممنون عنایات ہے انساں کا دماغ  
 رازِ سر بستہ بہ صد ناز و ادا کھول دیئے  
 تُو نے انسان پہ درہائے بقا کھول دیئے

بزمِ غم ، بزمِ طرب ، بزمِ فنا ، بزمِ بقا  
 رنگِ گل ، رنگِ چمن ، رنگِ وفا ، رنگِ جفا  
 صدقِ دل ، صدقِ طلب ، صدقِ نظر ، صدقِ دعا  
 تیرے ہی دم سے ان الفاظ کو مفہوم ملا  
 حضرت حق میں بہ جز تیرے نیازیں بے مُود  
 تُو نہ یاور ہو تو واعظ کی نمازیں بے مُود

شاعر و فلسفی و شاہ و حکیم و قاضی  
 حافظ و محتسب و میر و خطیب و قاری  
 مطرب و ساقی و سلطان و گدا و صوفی  
 مفتی و حاکم و استاد و ادیب و ہادی  
 سب ترے لطف و عنایات سے فرزانے ہیں  
 تُو اگر ان سے پچھڑ جائے ، یہ دیوانے ہیں

یہ ترنم ، یہ تکلم ، یہ تبسم ، یہ سرور  
 یہ تجسس ، یہ تفحص ، یہ تفکر ، یہ شعور  
 یہ فلک بوسِ عمارات ، یہ ایوان ، یہ قصور  
 یہ فصاحت ، یہ بلاغت ، یہ توانی ، یہ مجور  
 بابِ ادراک ہر انسان پہ وا کرتی ہے  
 قلب کو دولتِ احساس عطا کرتی ہے

جھولیاں گوہرِ اسرار سے بھر دیتی ہے  
 ذہن کو راستہ ، دیوار کو در دیتی ہے  
 طائرِ فکر کو الفاظ کے پر دیتی ہے  
 تو غنی بندۂ محتاج کو کر دیتی ہے  
 تُو تفکر ہے ، تدبّر ہے ، ذہانت تُو ہے  
 ہم کو خالق سے ملی ہے جو امانت ، تُو ہے

تُو زماں اور مکاں ، گردشِ دوراں تُو ہے      دیدۂ مہرِ ضیا بار میں رخشاں تُو ہے  
 زیورِ نازِ بتاں ، زینتِ خواہاں تُو ہے      جامِ لبریز میں رقصندہ و رقصاں تُو ہے  
 چرخِ درباں ہے ترے در پہ نہیں بھگتی ہے  
 تیری سرکار میں شاہوں کی جبین بھگتی ہے

تجھ سے ہی اہلِ تدبیر کی فراست کا بھرم      تیرے ہی دم سے ہے دارائیِ اربابِ قلم  
 صفحہٴ دہر پہ میں تیری عنایات رقم      عالمِ غیب کا جُشاں ہے ترے سر پہ علم  
 بات بنتی ہے ترے فیض سے انسانوں کی  
 سانس رکتی ہے ترے نام سے طوفانوں کی

تجھ سے ملتی ہے اساطیر سے انسان کو نجات      تُو عطا کرتی ہے گنجینۂ اسرار و نکات  
 پردۂ غیب تو ہے اک ترے خیمے کی قنات      تجھ سے کھلتا ہے درِ بارگہٴ ذات و صفات  
 کوئی مشکل ہو تُو آسان بنا دیتی ہے  
 حد یہ ہے ، کفر کو ایمان بنا دیتی ہے

غالب و مومن و فردوسی و میر و سعدی      حافظ و رومی و عطار و جنید و شبلی  
 خسرو و جانی و خیام و انیس و عرقی      آدم و یونس و یحییٰ و نبی اور ولی  
 ان کی گفتار کی پرواز کی سرحد تُو ہے  
 غایتِ جنبش لب ہائے محمدؐ تُو ہے

تُو یقین اصل و ذکا محور و ادراک اساس      حافظ مصحفِ حق، سنت و اجماع و قیاس  
 نکتہ داں، نکتہ ور و نکتہ رس و نکتہ شناس      تجھ سے انسان کو ہے شادی و غم کا احساس  
 ملک انصاف و صداقت میں ہے شامی تیری  
 ہر عدالت میں ہے مقبول گواہی تیری

سردی و گرمی و شیرینی و تلخی و عسل      گلشن و وادی و صحرا و تل و دشت و جبل  
 تُو ہے تہذیب و تمدن میں ترقی کا عمل      مشتری، زہرہ و ناہید و ثریا و زحل  
 اُٹھ گیا پردہ تارکِ شب آسا تجھ سے  
 ذہنِ انساں پہ ہوا نور کا تزکا تجھ سے

میں ترے تابعِ فرماں حرکات و سکنات      تیرے ہی دم سے شعورِ حسنات و برکات  
 تجھ سے مضبوط اساسِ در و دیوارِ حیات      منحصر تیری بلندی پہ عروجِ درجات  
 تیری قوت کی ادا اہلِ نظر جان گئے  
 تیرا لوہا ملک و ارض و سما مان گئے

ہے عباراتِ پریشاں کی تجھی سے تطبیق      تیری عفت سے مزین ہے کلامِ صدیق  
 تجھ سے بے بہرہ اگر ہو تو ہے انساں زندیق      قصرِ اخلاق ہے تُو اور بنائے تخلیق  
 تجھ سے ساغرِ مئے افکار کے ہم بھرتے ہیں  
 عرش والے ترے اجلال کا دم بھرتے ہیں

تیری تحریک کے محتاج میں عرفان و شعور تیرے پردوں میں ہے سازِ طربِ جمِ مستور  
تیری شادابی افکار سے انساں مسرور تیری ٹھوکر میں ہے جامِ جم و تاجِ فغفور  
کس کی آہٹ تھی، جو یہ دشت و جبلِ کانپ گئے  
کس کی تکبیر تھی، کیوں لات و مہلِ کانپ گئے

دشنہ و ناوک و تیر و تبر و تیغ و قلم نیزہ و خنجر و گرز و طبل و جاہ و حشم  
منہنق و زرہ و جوشن و شمشیر و علم ترکش و خود و خدنگ و سپر و ماتم و غم  
ان سے تُو نے صفِ پیکار میں جب کام لیا  
ضرب وہ آئی کہ دشمن نے جگر تھام لیا

برق نے پائی ہے تھوڑی سی روانی تیری قمرلوں میں روشِ زمزمہ خوانی تیری  
معتبر تا بہ فلک سحرِ بیانی تیری ہم تو کیا، بات فرشتوں نے بھی مانی تیری  
ساری دنیا میں جہالت کا لبیرا ہو جائے  
تُو جو اٹھ جائے تو عالم میں اندھیرا ہو جائے

تُوِ مستاب ہے، دریا کی روانی تُو ہے شوق کا حُسن ہے، جذبوں کی جوانی تُو ہے  
عزت و عظمتِ انساں کی نشانی تُو ہے سچ ہے، تعمیر و ترقی کی کہانی تُو ہے  
عقل پلے ہو، یہی ایک ہے بس کام کی بات  
یہی ایمان کا خلاصہ، یہی اسلام کی بات

## بہ سلسلہٴ گلبدنی

قارئین! آپ میری اس نظم کو بہ اعتبار موضوع اور اسلوب بیان میرے عام رنگِ سخن سے قطعی مختلف پائیں گے۔ اس امر کی وضاحت ضروری ہے۔ ہوا یوں کہ جنابِ جوش ملیح آبادی کی نظم ”گلبدنی“ کی بڑی دھوم تھی ایک دن دورانِ ملاقات یہ نظم سننے کا اتفاق ہوا۔ دوسرے احباب بھی موجود تھے۔ جنابِ جوش کا اندازِ بیاں، لکھنوی زبان کا رکھ رکھاؤ اور پھر ان کے پڑھنے کا انداز، بڑا ہی لطف آیا۔ یہ غالباً ۱۹۷۱ء یا ۷۲ء کی بات ہے۔ احباب نے فرمائش کی کہ میں بھی اسی انداز میں کچھ کہوں۔ ہر چند یہ میرا مذاق نہ تھا مگر حُ

اصرارِ احبابِ ناطق تھا، ناچار اس راہ پڑا جانا

چنانچہ اپنی اس نظم کو جوش صاحب کی گلبدنی کا ہمراز بنانے کے لئے مجبوراً مجھے خود کو اُسی بے باکانہ اور رندانہ لب و لہجے سے آشنا کرنا پڑا، جو جنابِ جوش کی نظم کی خصوصیت ہے۔ نظم لکھنے کا مقصد احباب کی تکمیل فرمائش تھی، نہ کہ جنابِ جوش کی قدرتِ کلام اور زبانِ دانی کا مقابلہ۔ اُمید ہے کہ پڑھنے والے اس نظم گلبدنی کو انہی معروضات کی روشنی میں دیکھیں گے

نصیر کان اللہ



کیا حُسن کا شکار وہ اللہ غنی ہے      قامت میں دل آویزی سرو پیمنی ہے  
سرتا بہ قدم موجب شیریں مَحَنی ہے      دو شیزہ کسار و غزال مُقَنی ہے

وانتوں کی چمک رُو کش دُور عَدنی ہے  
کیا گل بَدنی ، گل بَدنی ، گل بَدنی ہے

شانوں پہ ہیں گیسو کہ گھٹائیں ہیں مُعَبَّر      لب کیفِ تَقَلُّم سے کھٹکتے ہوئے ساغر  
پیشانی صَو بار ہے یا ماہِ منوَر      ابرو ہیں کہاں رنگ ، بشرہ ناکِ خود سر

مکھڑے پہ ہے جو خال ، عقیقِ یَمَنی ہے  
کیا گل بَدنی ، گل بَدنی ، گل بَدنی ہے

آفاس کی خوشبو ہے کہ مہکا ہوا گلشن      زلفوں کی گھنی چھاؤں کہ اُٹا ہوا ساون  
جھکتی سی نگاہیں تو اُبھرتا ہوا جوہن      بجتے ہوئے پنڈے کے وہ ہزار کی جھن جھن

چہرہ جو گلابی تو قبا ناروئی ہے  
کیا گل بَدنی ، گل بَدنی ، گل بَدنی ہے

قامت کا خُم و چم ہے کہ دجلے کی روانی      نقش کفِ پا رُو کش صد تاج کیانی  
زلفوں کے رَیہ ابر کی وہ عطر فشانی      گل رنگ پسینے میں ہے غرقاب جوانی

جو بوند ہے ماتھے پہ وہ ہیرے کی کنی ہے  
کیا گل بَدنی ، گل بَدنی ، گل بَدنی ہے

انداز ہیں اعجاز ، کرشمہ ہیں ادائیں      مٹھائے جو گیسو تو اُلجھتی ہیں گھٹائیں  
کلیوں کی چمک لیتی ہے لہجے کی بلائیں      مل جائے جو ہم کو تو کلجے سے لگائیں

دل میں ہے یہی بات جو مدت سے ٹھنی ہے  
کیا گل بَدنی ، گل بَدنی ، گل بَدنی ہے

غزے میں کہ آفت ہیں ، اشارے ہیں کہ طوفان      باتیں ہیں کہ گھاتیں ہیں ، تبسم کہ گلستاں  
 شوخی ہے کہ بکلی ہے ، خموشی ہے کہ پیکاں      چہرے پہ تجلی ہے کہ ہے ماہ زمستاں  
 سانسوں میں وہ لپٹیں ہیں کہ جانوں پہ بنی ہے

کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

تیور ہیں کہ تلوار ، ادائیں ہیں کہ خنجر      عشوے ہیں کہ نیزے ہیں ، نگاہیں ہیں کہ نشتر  
 پلکیں ہیں کہ شبِ خوں پہ کمر بستہ ہے لشکر      یہ چین جیہیں ہے کہ عقوبت گہ محشر  
 قامت ہے کہ نیزہ ہے ، نظر ہے کہ آبی ہے

کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

ماتھے پہ پھبن ، پھول سے ہونٹوں پہ تبسم      رخسار کے دریا میں ہے جلوں کا تلاطم  
 افکار میں مُدّت ہے تو لفظوں میں ترنم      لہجے میں تھمل ہے تو باتوں میں تحکم

مکائے ہوئے بزم کو عنبر و بختی ہے

کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

یہ مانگ میں افشاں ہے کہ رخشندہ ستارے      اٹھتا ہوا جوہن ہے کہ مڑتے ہوئے دھارے  
 تابندہ خد و خال کہ رقصندہ شرارے      جُببیدہ لٹیں ہیں کہ بھکاروں کے طرارے  
 سادوں کی سیہ رات ہے یا زلف گھنی ہے

کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

چلتی ہے تو مل جاتی ہیں راہوں کو زبانیں      چھٹکاتی ہے جب زلف ، برس پڑتی ہیں تانیں  
 آتی ہے جہاں تو درکشی ہیں چٹائیں      انگڑائی جو لیتی ہے ، کرکشی ہیں کمانیں

ابرو میں لیے جذبہ ناوک گفنی ہے

کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

وہ قمرے دیکھے تو سمندر کو مسکھا دے چاہے تو اداؤں سے پہاڑوں کو پلا دے  
شوخی پہ جو اُترے تو دو عالم کو نچا دے کیوں غامۂ عشاق کو پل بھر میں نہ ڈھا دے

کعبے میں جے حوصلہ نَفَب زنی ہے  
کیا گل بَدَنی ، گل بَدَنی ، گل بَدَنی ہے

ہر بول میں ہے بادۂ گل گوں کی روانی ہر موجۂ انفاس میں ہے زمزمہ خوانی  
خوں ریز اشارے ہیں تو قاتل ہے جوانی ہے جھیل سی آنکھوں میں پھمکتا ہوا پانی  
وہ شعلہ ہے جلوت میں تو خلوت میں بنی ہے

کیا گل بَدَنی ، گل بَدَنی ، گل بَدَنی ہے

شوخی میں بھرے دولتِ دیرینہ قُطُبِین چوٹی میں لپیٹے شبِ رعنائیِ دارِین  
اُلٹے ہوئے گھونٹ تو اُتارے ہوئے نعلین وہ رُنتِ قمر آگئی ، لے داویرِ کوئین !

یہ دینِ مقدس ہے ، یہ دنیائے وَنی ہے

کیا گل بَدَنی ، گل بَدَنی ، گل بَدَنی ہے

عُنچے کا دکھاتی ہے سماں تنگ دہانی نُطق ایسا کہ پھرے ہوئے دریا کی روانی  
اندازِ تَخاطُب میں غرورِ ہمہ دانی الفاظ میں ہیں گوہرِ صد رنگِ معانی  
اِن کا جو نہ قاتل ہو وہ گردنِ رَدَنی ہے

کیا گل بَدَنی ، گل بَدَنی ، گل بَدَنی ہے

اُٹھتا نہیں گھونٹ کی طرف دِستِ حنائی ہر انگ بجاتا ہے دیم چہرہ کُشائی  
نظروں کی گرانی سے مُڑکتی ہے کلائی حاصل ہے جے اِس دیرِ دولت کی گدائی  
وہ خسروِ آفاق کی مانند غنی ہے

کیا گل بَدَنی ، گل بَدَنی ، گل بَدَنی ہے

سن ہے جو تروتازہ تو رخسار ہیں شاداب جلد اتنی ملائم کہ چُخل قائم و سنبال  
پلکوں کے چھپکنے میں ہے آمادگی خواب نظروں میں جو لہریں ہیں تو آنکھوں میں ہے گرداب  
شبِ نعم کی دُلانی سی شبستاں میں تھی ہے

کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

سرشار مناظر ہیں ، جنوں خیز ہوائیں قاتل ہے تبسم تو قیامت ہیں ادائیں  
پہلو میں ہے وہ شوخ معطر ہیں فضائیں اس وقت کہ گھرتی چلی آتی ہیں گھٹائیں  
ساغر کو پینک دوں تو یہ ایماں شکنی ہے

کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

دیکھو اُسے ہنگام براقندہ نقابی اک مُصحف تابندہ ہے یا رُوئے کتابی  
نغمہ ہے نظر آنکھ کے ڈورے ہیں ربابی کلیوں کی ممک جسم میں ، نکھڑا ہے گلابی  
یہ شکل و شبابت نہ بنے گی ، نہ بنی ہے

کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

آہنگِ جوانی پہ سموات میں رقصاں آواز ہے اک نغمہ ، تو لہجہ گل خنداں  
بنیادِ دو عالم ہے اشارات سے لرزاں مسقطِ دلِ عشاق کا ہے چاہِ زخداں  
وہ موجِ تابندگی سیم تھی ہے

کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

تھم جائے وہیں ، دیکھیے اگر گردشِ دوراں ہو واعظِ بے چارہ بھی انگشتِ بدنداں  
الحاد کے زانو ہے سویا ہوا ایماں اعلانِ خدائی ہے لبِ کفر پہ غلطاں  
اب آئے جسے ولولہ بُت شکنی ہے

کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

کچھ غم نہیں الفت میں جو دن رات کراہیں چھتی رہیں سینے میں وہ بے باک نگاہیں  
دُھن ہے کہ گلے میں رہیں وہ پھول سی بانیں کیونکہ نہ نصیر اُس بہت نو خیز کو چاہیں  
رگ رگ میں رچی عاشقی و برہمنی ہے

کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

مینوں تیرے فراق نے مار سٹیا آجا آجا او جان بہار آجا  
ایہناں ساہواں دا نہیں اتہار کوئی تینوں دیکھ تے لاں اک وار آجا

مالا تیرے پریم دی گل پا کے تیرے رہ وچ سیس نوا بیٹھی  
تیرے اون دی خوشی وچ ابے توڑی بیٹھی کرنی آں ہار سنگار آجا

تینوں لکھ لکھ چھیاں پاؤنی آں دل چیر کے پئی دکھاؤنی آں  
چٹا! دوریاں نوں ہن تے دور کر کے ساری عمر دے لئی اکو وار آجا

تیری دیدنوں اکھیاں ترس گیاں لکھاں بدلیاں غم دیاں برس گیاں  
تینوں قسم ہے اپنیاں غفلتاں دی میرے کول مرے غم خوار آجا

آتش بھردی بدن پئی ساڑی اے میریاں وسدیاں جھوکاں اجاڑی اے  
دو تن ہچکیاں رہ گیاں موت وچوں ہن تے جین دے نہیں آثار آجا

آکے کدی تے کچھ دل اوسدے توں جیہدی آس دی دنیا توں لٹ لئی اے  
کتنی لمبی اے رات جدائیاں دی مرے مہربان دلدار آجا

سدا حسن دے بدل گجے نہیں سدا ظلم دے وا بے وجہی نہیں

میرا جگ توں سوہنیا محبوبا ہے نصیر ڈاہڈا بے قرار آجا

## بہ زبانِ پُوربی

ہم کا دکھائی دیت ہے ایسی روپ کی آگیا ساجن ماں  
جھونس رہا ہے تن من ہمرا نیر بھر آئے آنکھیں ماں

دور بھٹے ہیں جب سے ساجن آگ لگی ہے تن من ماں  
پُورب پچھم اتر دکھن ڈھونڈ پھری میں بن بن ماں

یاد ستاوے پردہسی کی دل لوث انگاروں پر  
ساتھ پیا ہمرا جب نالیں آگیا بارو گلشن ماں

درشن کی پیاسی ہے نجریا ترسین آنکھیاں دیکھن کا  
ہم سے روٹھے منھ کو چھپائے بیٹھے ہو کیوں چلن ماں

ایک تماری آس پہ ساجن سگرے بندھن توڑے میں  
اپنا کر کے راکھو موہے آن پڑی ہوں چرنن ماں

چھٹ جائیں یہ غم کے اندھیرے گھٹ جائیں یہ درد گھٹنے  
چاند سا کھڑا لے کر تم جو آنکو مورے آنگن ماں

جیون آگ بگولا ہر دے آس نہ اپنے پاس کوئی  
تیرے پریت کی مایہ ہے کچھ اور نہیں مجھ نردھن ماں

ڈال گئے میں پیت کی مالا خود ہے نصیر اب متوالا  
چتون میں جادو کا جتن ہے رس کے بھرے تورے نینن ماں

## آپنلا باغ بہاراں وے

آ پُنلا ! باغ بہاراں وے

میں گھول گھتی لکھ واراں وے

رم جھم ، رم جھم بوندیاں برسن دید تری نون اکھیاں ترسن

میں روداں تے آہیں ماراں وے آ پُنلا باغ بہاراں وے

میں گھول گھتی لکھ واراں وے

اوہ پُر کیف ترانے بھل گئے بے خانے ، پیمانے بھل گئے

سب وِسریم یتنگھ ملہاراں وے آ پُنلا باغ بہاراں وے

میں گھول گھتی لکھ واراں وے

تیرے باجھ بہار نہ کوئی غم بہتے غم خوار نہ کوئی

ہتھ جوڑ میں عرض گزاراں وے آ پُنلا باغ بہاراں وے

میں گھول گھتی لکھ واراں وے

گلشن ، باغ ، دیرانے مینوں اپنے وی بیگانے مینوں

بن تیرے میں کس کاراں وے آ پُنلا باغ بہاراں وے

میں گھول گھتی لکھ واراں وے

دلڑی غرق غملاں وچ ہوئی راہ نصیر نون دس جا کوئی

ہک چندڑی تے درد ہزاراں وے آ پُنلا باغ بہاراں وے

میں گھول گھتی لکھ واراں وے

## پنجابی دے غزلیہ چوہر گے

سورج مرتے آس دا دُب چلیا کردا اے وی نہیں سوہنا یار گلاں  
لوک بولیاں مار دے ہر ویلے، کٹن چھاتی نوں وانگ تلوار گلاں  
لیکھاں والیاں نال کیہ ریس ساڈی، کرے اوہناں دے نال دلدار گلاں  
آجا ساہواں دا نہیں وساہ کوئی بوہے مار بیسے، کرے چار گلاں

واہ واہ جگر فراق دی آگ ڈاڈھی دھکھن دلاں دے نال سریر وکھرے  
ڈاروں وچھڑے پنچی جیوں ہون زخمی، بھکھتے تے تے اُتوں اسیر وکھرے  
شام پیندیاں ای دُب دُب آس جاوے لگن روح تے سوچ نوں تیر وکھرے  
ہوندا رہوے جمان وچ ہووے سب کج شالا ہون نہ ویراں تو ویر وکھرے



پہلے وانگ پتنگ دے دُور دے کے فیر کٹ کے پتنگ دی کار لُٹیا  
 دے کے مفت دلا سڑے یاریاں دے آؤ وار تے کیہ لکھاں وار لُٹیا  
 ایسا کرن دی نہیں سی اُمید جس تے اُسے آپ بن کے پھرہ دار لُٹیا  
 کرئیے شکوہ نصیر خزاں دا کیہ ساڈے باغ نوں آپ بہار لُٹیا

تیرے داغِ فراق نوں دل چمُسی لکھاں داغِ قلبِ داغدار تے سہی  
 جاواں تیریاں اداواں دے میں صدقے وگڑی زلف نوں ذرا سنوار تے سہی  
 تینوں رب نے جے باؤ بہار کیتا ایہو کرم اِس مشیتِ غبار تے سہی  
 تیری تاہنگ اُدیک نے مار سٹیا کدے آویں با بھاویں مزار تے سہی

دونواں اکھاں نے رورو کے رہ پائے اوہدی خبر ہوا وی نہیں آئی  
ایسا دل دا شہر خموش ہويا کوئی کُوک صدا وی نہیں آئی  
رب نے ساہواں دی ڈور وی نہیں کچھی مینوں لین قضا وی نہیں آئی  
اُتوں قسمت نے ہور ہنیر کیتا مڑ کے باو صبا وی نہیں آئی

خ خوشیاں تے ہاسیاں نال وسیں کریں ہار سنگھار اللہ خوش رکھی  
کھڑیا رہویں ہمیش گلاب وانگوں، سدا دیکھیں ہمار اللہ خوش رکھی  
تکلیں سکھ تے کدی نہ دکھ ہووی، رہوی بخت بیدار اللہ خوش رکھی  
ساڈے نال جو کیتی آ اوہ جانے ساڈا کیہ اے یار! اللہ خوش رکھی

شین شرم ناہیں جیہڑی دھرت اُتے بن بے شرم اوتھے فیر و سنا کیہ  
 جینوں چار ٹکلیاں اُتے مان اناں واجاں مار اوہدے پچھے نسنا کیہ  
 گل کرے جیہڑا متھے وٹ پا کے اونوں یار بنا بہتا ہسنا کیہ  
 جیہڑا نہیں تگدا اوہنوں کیہ تگنا، جیہڑا نہیں پُچھدا اوہنوں دسنا کیہ

الف اج میرے دل دے شہر وچوں نواں راہی عجیب اک آ لنگھیا  
 نہیں سی جان پکھان پر کیہ دسناں کیہ کیہ دس کے ناز و ادا لنگھیا  
 اوہدے طرز خرام دی شان نہ پُچھ پیر دب کے وانگ صبا لنگھیا  
 پتہ لگ نہیں سکيا نصیر اج تک بندہ لنگھیا کہ آپ خدا لنگھیا

رل کے بیٹھے آن نال تقدیر جے کر، کردائے جی کر لیتے دو چار گلاں  
گل سن کے خفا نہ توں ہوویں کردے رہندے نے یاراں نال یار گلاں  
سچ بول ہمیشہ تے حسد نہ کر جھوٹے دعوے چھڈ ایویں نہ مار گلاں  
جیہڑے حق توں چُپ نہیں وٹ سکدے کردے وانگ منصور سردار گلاں

عین عشق دی جنہاں نوں چاٹ پے گئی بھنگڑا پا کے سر بازار نچدے  
گا کے راگ ملہار بہار سندا جھنمر پاوندے تے پیر مار نچدے  
تیک دھن تا تھیا تیک دھن تا تھیا پیلاں پا پا دم دیدار نچدے  
جیہڑے جھوٹیاں شانیں دے نہیں بھلھے چھڈ کے خودی اگے در یار نچدے

فرق حُسن تے عشق دا کھل جاندا ، جے کر رنگِ طلوع و غروب تکیے  
 عاشق رکھے نیاز دے نال متھا ، بیٹھا لا سوہنا محبوب ”تکیے“  
 دینا ہووے جے حُسن تے عشق نوں حق چہرہ یوسف دا وانگ یعقوب تکیے  
 خوبصورتی جیہڑی بنائی رب نے اُنہوں خوب سراہیے تے خوب تکیے

اپنے آپ نوں جوڑ کے کون ٹُریا حُسنِ یوسف دا مان تے ناز بھن کے  
 عقل ہوش اُڈے ، پے گئی بھاج ایسی ، زاہد نسیا مسیتوں نماز بھن کے  
 اوہدے دل نصیر یں کیہ ویکھاں رسمِ ادب چھڈ ، حدِ نیاز بھن کے  
 جس دے مُصحب رُخ دی حدود اندر گوڈے ہندی اے زلفِ دراز بھن کے

## خمریات

واعظ! مجھے جنت کا طلب گار نہ کر  
جو بس میں نہیں تیرے ، وہ اقرار نہ کر  
گو رندی و مستی نہیں تیرا مسلک  
ساقی کے تبرک سے تو انکار نہ کر

اُمیدِ سعادت کی کمر ٹوٹ گئی  
نبضِ وقتِ شگفتگی چھوٹ گئی  
ساقی نے کہا ، ذرا توقف اے رند !  
اتنے میں جو دیکھا تو کرن پھوٹ گئی

خاکِ درِ میخانہ کا ہے ہر ذرّہ ہے پاک  
 اِس خطّے پہ قُرباں ہے فضائے افلاک  
 تخلیق کی نسِ نس میں ہے صہبا کی نئی  
 ہر ریشہ زیت میں ہے خونِ رگِ تاک

ہے عشق کی مستی ہی میں دانشِ مستور  
 دُردِ تہِ یک جام ہیں ادراک و شعور  
 چھینے ہیں شراب کے نجوم و مہ و مہر  
 فیضان ہے ساقی کا یہ سب نور و ظُہور

میخانے کا ہر ذرہ ہے تھفہ ، سوغات  
 رندی و سیہ مستی ہے اصلِ حَسَنات  
 ہر شیشہ ہے نُورِ نظرِ کاکہشاں  
 ہر بوند ہے لختِ جگرِ آبِ حیات

جب محفلِ جَم ، جام سے جَم جاتی ہے  
 گردشِ سحر و شام کی تھم جاتی ہے  
 جب جُھوم کے گھونٹ گھونٹ پیتا ہوں میں  
 تاعرشِ دُعا قدم قدم جاتی ہے



موجیں ٹھہریں ٹھنک کناروں کی طرح  
 قطروں کی اڑان ہو غباروں کی طرح  
 ساقی کا نشانِ پا جو دَکے سِرِ راہ  
 ذرات نکھر جائیں ستاروں کی طرح

مُتَاط بھی خاکِ حُم میں دھنتے دیکھے  
 مغموم بھی میخانے میں ہنتے دیکھے  
 رندوں ہی پہ موقوف نہیں گردشِ جام  
 زُہاد بھی اِس دام میں پھنتے دیکھے

نئے گلشنِ ایجاد میں ہے وجہِ نمو  
 ہے شہِ رگِ ہستی میں رداںِ خم کا لُٹو  
 ہر لغزشِ مستانہ ہے مڈل کا نشان  
 مٹتا ہے جامِ نئے سے فزِ من و تو

رندوں پہ اگر بابِ کرم کھل جائے  
 اک گھونٹ ہی میں راہِ حرم کھل جائے  
 تل جائے پلانے پہ جو چشمِ ساقی  
 ہر صوفی و زاہد کا بھرم کھل جائے

چھپتا نہیں نظروں سے کوئی زشت نہ خوب  
 پیشانی پہ مکتوب ہیں اسرارِ قلوب  
 ہے صاف ضمیری کا نشان حق گوئی  
 آئینہ چھپاتا نہیں چہرے کے عُیُوب

کیوں دیدہء عالم سے چھپا کر پی لوں  
 کیوں سب کی نگاہوں سے بچا کر پی لوں  
 ساقی! ترے قربان ، اجازت ہو اگر  
 میخانے کو میں سر پہ اٹھا کر پی لوں

